

U. 6767



محمدؐ کی سیر

میں ایک
سکھ کا نذرانہ

یعنی سراسر گورت سنگھ صاحب دارالبرسر

واڈیٹر اخبار ہندوستان کی لکھی ہوئی

سیرۃ رسول عربی

سکھ قوم کی معلومات کے لئے تنظیمی ہادی نے شائع کی

قیمت نومبر ۱۹۲۳ء میں

پرنٹنگ اور پبلشنگ ہاؤس، لاہور



760

70942

رسول عربی

ہر خطہ بشکے بت عیار برآمد
ہر دم بہ لباس دگران یار برآمد
انقصہ ہوں بود کہ سے آمدی رفت
تا عاقبت آن شکل عرب دار برآمد

ایک صاحب کمال آیا جس نے جلوہ حق دکھایا، جس کسی نے اسے پریم کی انکھڑیوں سے
دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہو گئی، جس کی تجاہد شوق اس پر پڑ گئی اسے منہ مانگی مراد
مل گئی، جس بشر کو اس مومن نے اپنا دشمن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا،
آنان کہ خاک را بنظر کینیا کنند ایا بود کہ گوشتہ چشمے بیا کنند

اسے عرب کے رہنے والے کیا ہی اچھے ہونگے تمہارے بھاگ، اور کیا ہی نیک ہونگے
تمہارے بخت، جو تم نے نور خدا کو اپنی آنکھوں دیکھا، حبیب خدا کو اپنی آنکھوں کا، تمہارے
دقت پر کل جگ کا پروردہ تھا، وہ ست جگ کا سامان ہی ہوگا، اسے عرب والو، تم شاید کوئی
عارف اشد ہو گے، یا جو گے کوئی دیوی دیوتے، وگرنہ عام انسان کے بھاگ میں کہاں اس
بھگوان کے درشن؟ یہ بڑا درنہب ہے، یہ کہاں ممکن،

اسے کب عرب۔ اسے بن اور بیابان کے داس، اسے ریگ و ریستان کے گھر،

اسے درندوں چرندوں کے بھوم، سُن تو سنی ذرا میری، اسے چورون ڈاکوؤں کے ملاوا، اسے
 رہزفون اور لیسروں کے مسکن، اسے اُجد گواروں کے ٹھکانے، اسے ازل بلادہ و خون کے
 غم خانے، بتا تو مجھے وہ اپنا گُن، جس سے عالم بھر کو تو نے نچا دکھایا، کہہ تو وہ اپنی خوبی، جس سے
 تو نے اوس خسرو خوبان کو اپنا خواہان بنایا، اسے عرب، تیرا نام و نشان دہستی کسی نے نہ سُنا
 ہوتا، نہ تیرا ذکر کسی کے کان تک پہنچا ہوتا، عالم کو ظلم نہ ہوتا، کہ بیان جھگڑن کا داس ہے، یا بنی
 آدم کی لبتی، جس راگیر کا تم سے اک دفعہ پالا پڑا ہوتا، اوس کی جد اولاد سے بھی کسی نے بہتریری
 طرہ رخ نہ کیا ہوتا، اسے وحشی عرب، تجھ میں بھرے تھے دنیا کے بدکار اور جگت کے مکار، صرف
 نام نہاد کے انسان مگر کروت کے شیطان، صحیح ہے،

چلن اودن کے جھنے تھے سب و خشیانہ ہر اک لوٹ اور این میں تھا یگانہ
 فسادون میں کٹتا تھا اودن کا زمانہ نہ تھا کوئی ستاؤن کا تازیانہ
 وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
 دزدے ہون جھگڑ میں میاںک جیسے

گو اسے سرزمین عرب، آج وہ دن ہے، کہ تیرا نام و روزبانِ جہان ہے، اور خلق خدا تیرا ذکر خیر
 کرتی ہے، کون سی آنکھ ہے جو تیرے دشمن کو نہیں ترستی، وہ کون ہیں جو، جو تیری دید کی تمنا
 نہیں رکھتی، وہ کون سالک ہے، جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا، اور وہ کون فرمانروا ہے
 جس نے تیری شہمت اور دبدبہ کو نہیں جانا، اسے خطہ عرب تو نے اب پُرانا جامہ اُتارا، تو نے
 نبی اوتار دہا را اسے عرب تو نے نیا خیم پایا، جو تجھے رسول خدا مقرر کیا، تو فخر دین،

تو رشک ملت، تجھے اب ہزار روای، اور جو تو کہے بجا ہی،

تعمین ناز ہونہ کیونکر نہ لیا ہی، داغ کا دل نہ جنس ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

مگر کیا کہوں عرب، رب کے رنگ نیارے ہیں، دانا جسے چاہے دیدے، ورنہ تیرے ہاتھ آئے

یہ دولت عظمیٰ، تجھے نصیب ہو یہ حال احمدی! تجھے ملے یہ رسول عربی! کیا کہوں عرب! اللہ نے پناہ

ہے، اسے ہمالہ کی بلند چوٹی، تم ہی کچھ کہو! سینکڑوں رشیوں نے تمہاری شفقت اور پیاری گود

میں نو اس کیے، صد ہا جو گیون نے تمہارے پہلو سے محبت میں جوگ کمائے، ہزاروں پیشروں نے

تمہاری آغوشِ اُلفت میں تپ دھارے، لاکھوں گوردن سدھوں نے تمہارے ان چرن

کنول ڈالے، مگر سچ کہنا، کہیں دیکھا ہو تم نے وہ مکہ کا راج دھارا، کہیں نظر پڑا ہو تعمین وہ

مدینہ کا پیارا، اسے رو دیا، گنگا، تیرے پوتے جلنے بجا ریوں کو رام نام چایا، تیری سیتل لہریں

مسافرانِ عدم کو تھپک کے ابد کی نیند سلایا، تیرے پاک پانی نے پریم کے جوت کا دیا ہر پری۔

کے من میں جلایا، تیرے میٹھے میٹھے گونٹوں نے معرفت کے تشنہ لب کو آب کوڑ کا مزہ چکھایا،

اے موجِ آبِ گنگا، جس کسی کی آنکھیں تجھ سے دوچار ہوئیں، تو نے اُسے گنگا منتر پڑھ کے

پھوڑا، اور جھٹک زبان تیری نظر پڑا، تو نے اُسے گنگا جل پلا کے پھوڑا، مگر اے آبِ رود

گنگا، مجھے اتنا وقتا، کہیں اُس آبِ زمزم والے سے بھی تیری آنکھ لڑی، کہیں اوس کی

مدنی نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جلی بھری، اے دیارِ دلی، کہیں دیکھا ہو تو نے وہ اکبر زمان

کہیں نظر پڑا ہو تیری وہ خسر و خوبان، اے تختِ طاؤس، کبھی مشرف ہوا ہو تو اوس شاہ

جہان سے، کبھی مزین ہوا ہو تو اوس نادر زمان سے، اے بھارت، تیرے یہ اونچے اونچے

ہمالہ، گنگا و
بھارت کا بلا پ

محل اور کوٹ اور اون کی شان، اسے ہند تیری دلگداز ولی اور تیرا اگرہ اجمیر ملتان،
 تیرے گل و گلزار اور اون کی یہ سدا بہار، یہ رہی اور رہیگی، نہ مٹائے مٹی، نہ مٹے گی،
 قادر نے تجھے یہ سب کچھ عطا کیا، داتا نے اپنی دیا سے تجھے ہر طرح مسرور کیا، مگر اوس بدن کا
 مکہ اور وہ موہن کا مدینہ وہ کعبہ اسلام وہ قبلۃ انسان! ارمان۔ وہ تجھے حق نے نہ دیا پر نہ دیا،
 افسوس صد افسوس! اسے دیا رہند! وہ کوہ نور تیری کان کو کریم نے عطا نہ کیا پر نہ کیا،
 مگر اسے بھولی بھارت تو اب غم نہ کھا، نہ مینوں سے نیر بہا، بھلا اس سے اب کیا سود
 یہ آہ زاری لا حاصل ہو

عرفی اگر گریہ میسر شدے وصال صد سال ہی تو ان بہنا گریستن
 جو یہ بازار کی جنس ہوتی تو تیرا کوئی نہ کوئی سپوت تجھے لادیتا خواہ تن من دھن سبھی کچھ
 نہ لٹا دیتا، پر بھارت۔ کوئی کرے تو کیا، یہ جنس آن ل ہے، اسکا مول نہیں، داتا کی دولت ہو،
 جسے اوس نے چاہی دیدی، تو اب صبر کی راہ لے اور حوصلہ کو توشہ بنا، تیرا تو سدا شیدہ شادنی
 رہا، تجھے اتنی بے صبری کس لئے،

بھارت بولی، مین صبر کی راہوں سے ابھی واقف ہوں اور حوصلہ کی منزلوں سے
 خوب آشنا، مجھ پر کیا کیا نہ بتی اور غیہ کیا کیا نہ سہا، پر مٹنے زبان سے کبھی اُت تک نہ کی، مگر
 یہاں تو نہ سوال محبت کا ہو، نہ حوصلہ کا معاملہ، یہ تو خود داری کا میدان ہو اور ننگ و نام کا
 جھگڑا، مین آن کی آن مین اس پر اپنا آپ کٹا دوں، مین گھڑی پل مین اس کے بے اپنی ہستی
 مٹا دوں، بھلا عربستان کو ہندوستان پر عظمت، اوس دشتستان کو مجھ پر فضیلت، یہ بھلا مین

اپنی آنکھوں دیکھوں! بس! یہ نہ ہوگا! ہرگز نہ ہوگا!!

اے رسول عربی۔ تو خود ہی ہند کی بیچارگی دیکھ اور ہندوؤں کی چارہ سازی کر، اسے
احمد تیرے عشق نے اک ہندی کے دل پر زخم کاری لگائے ہیں، تو آ، دلنوازی کر، چوہ
صدیان شاہدین، کہ کوئی یوسف تیرے پایہ کا کسی مصر میں کبھی عزیز نہ بنا، نہ کسی کی گزم
بازاری ہی نے یہ رونق پکڑی جو سن حقیقت نے تجھے عطا کی، پھر کون ہو جو تیرا شہر خوبی
اپنے گوش ہوش سے سنے، اور تیری کشش حسن سے بچ سکے،

نہ تھا عشق از دیدار خیزد بسا کین دولت از گفتار خیزد

اے پرہیزگار، میرے بھاگ تو کمان کہ سینے تیرے درشن کئے ہوتے، پر تو ہی نے
کوئی سبند کا ایسا جھوک بتایا ہوتا کہ جہاں سے تیرا نظارہ نظر پڑتا، مگر یہ کمان! میری شوخی

گفتا کہ چو کشتم بزاری زان پس رو محنت نداری

بر دل رقم و فاکاری تو خود سروصل مانداری

من عادت بخت خویش دانم

یا محمد، سنتے ہیں جس بشر نے تجھے نظر دل سے دیکھا، اس کا دل تیری ہی نذر ہو رہا،

جس آنکھ نے تجھے ایک دفعہ نگاہ شوق سے تاکا۔ وہ پھر مشتاق نگہ غیر نہ ہی کہتے ہیں تیری چپ

بڑی موہنی تھی، اور تیرا روپ انوپ تھا، تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام قرآن تھا، اسے

ولدار عرب سنتے ہیں۔ تیری پریت کی جوت جس میں مین جلی، پھر وہ بھجائے یہ بھی، اسے تاجدار

عرب کہتے ہیں،

غلامِ نرگسِ مست تو تاجدارِ آئند خراب بارہ لعل تو ہوشیار آئند

پھر اسے غمزدہ خوبی کرنا ایک قطرہِ حیرتی، بھلا دیکھ تو! تیرے در پر کھڑا دستِ سوال دراز کیے
ہی، دے نامِ عشق کچھ زکوٰۃِ حسن اُسے بھی، مانا کہ تیرا مداح خود کبریا ہے، مانا کہ تو صیبِ خدا ہے، مگر

یہ تو میں کیونکر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں تو سراپا ناز میں ناز برداروں میں ہوں

اے نازنین جو تیری ناز برداری بھی نصیب میں نہ ہو، تو نامِ مولا آغا تو کر ذرا پل بھرا، اور آنا

تو تہا جا، تجھے یار و اغیار میں فرق کیوں، تجھے دوست دشمن میں امتیاز کب سے، تجھے نیک و بد

میں تفریق کس لیے، اے اپنا زبویہ نہیں، تو ہم سے بے رنجی کیوں، پھر ہم سے حجاب کیسا۔ آ

بے حجابانہ در آ از دیر کا شانہ، ما کہ کسے نیست بجز درد تو در حسانہ، ما



باب اوّل

عرب میں قبیلہ قبیلہ کے لوگ جدا جدا رہا کرتے تھے، ملک ریگستان تھا اور علاقہ پہاڑی
بھاری تھیں یا شہر آباد ہوتا تو درکنار بڑی آبادی ہی ایک جگہ ہونی محال تھی، بس جہاں
تھوڑا بہت پانی نظر آیا، ذرا سبزہ نے منہ دکھایا، وہیں بیٹھ گئے، اور چمے ڈیرے ڈال دیے
وہیں رہنے لگے اور اُسی جگہ اپنا ٹھکانا بنالیا، یہی روش کم والوں کی تھی، اور یہی رویہ
گرد و نواح کے لوگوں کا تھا،

کہ مین کوئی راج راجہ نہ تھا، بڑے بڑے قبیلوں سے دس آدمی چن لیے جاتے تھے،
وہی راج کا کام کرتے تھے، اور انھیں لوگوں میں سے خانہ کعبہ کے متولی بھی ہو کرتے تھے،
مذہب بھی عملدرآمد اسی طریق پر وہ لوگ کار بند رہے، ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا،
کہ خنیم نے باہر سے آکر کہہ پرایک زبردست دھاوا کیا، آنحضرت صلعم کے پردادا ہاشم نے
وہ مقابلہ کیا اور اسی جان توڑ کر لڑے۔ کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی، اور اُسے بھاگتے ہی
نبی، اس نمایاں کام کے صلہ میں لوگوں نے بزرگ ہاشم کو سردار کہہ مقرر کر دیا، اور عہدہ
میراث میں دیدیا،

آنحضرت صلعم کے والدین

آنحضرت صلعم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی عمر کا چوبیسواں سال تھا، جب بنی

آمنہ سے نسبت ہوئی، گھرانہ بڑا تھا، اور خاندان شریف، اس دھوم دھام سے بیاہ رہا، دعوتیں دی گئیں اور خوشیاں منائی گئیں، بی بی آمنہ جو بردی میں رشک مکہ تھیں خوش روی میں شہر عرب تھیں دن و دن کے اچھے پریم پیار سے کٹنے لگے، مگر فلک ناہنجار اس نے بھلا کب کے دو گھڑی آند کی دی یا پل بھر چین ہی لینے دیا،

کوئی دم کیجئے کس طور سے آرام کہیں چین دیتی ہی نہیں گردش ایام کہیں آغازِ مسرت ہوا ہی تھا کہ اختتامِ خوشی بھی ساتھ ہی ہو گیا، یک ظلم کو غمِ آمنہ کے سر پہ اٹھا، بزرگ عبد اللہ تجارت کے لیے سفر کو گئے تھے، واپسی پر جب مدینہ پہنچے، تو بیمار ہو گئے، بیمار بھی ایسے کہ جان سے لاچار و نعمتہ فقانے آگھرا، پیغامِ اجل آ پہنچا، اور روح پر دازِ گریٰ رضائے الہی ابھی عمر کا پچیسواں سال بھی ختم نہ ہونے پایا تھا، کہ قضاء و قدر نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، بی بی آمنہ کا نخلِ مراد ابھی بارور نہ ہوا تھا، کہ باغبانِ حرمِ عالم سے رخصت ہو گیا، واسے حسرت، اُن رسیِ نصیبی، بزرگ عبد اللہ کو وہ نونہال دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا، جسے جلّت کو نہال کرنا تھا، اُسے کیا خبر تھی کہ اُس کے لگائے ہوئے پودے تلے اک خلقِ خدا سایہ شفاعت ڈھونڈے گی، نہ اُسے یہی علم تھا، کہ اُسے گھر بہتی گنگا سے تشنہ لب جانا ہے،

جو رنج و صدمہ شوہر کی وفات سے بی بی کے دل پر گزرا، اس کا تو کیا ٹھکانا ہی، مگر آنحضرت صلیم کے دادا عبد المطلب کی جو جانکاہ حالت ہوگی، وہ تو حد بیان سے باہر ہے، آدھ سو سال کی عمر گویا حد پیری بھی ہو چکی تھی، آدھ سب سے چھوٹے تختِ جگر اور سب سے پیارے سبوت کا عین عالم شباب میں رحلت کر جانا، خدا امان دے، اللہ دشمن کو بھی اس صدمہ سے محفوظ رکھے، بزرگوار کے

دل پر کیا کیا نگہ گذرتی تھی، بیٹے کے درد سے بے بس وہ بے قرار، اور اس کے دکھ سے لاپرواہ بنے تھے۔
 ہو جاتا اور بار بار یہی زبان پر لاتا، کہ کیا مینے اُس راحت جان کھائی لے پالا تھا۔ کہ آج اس
 بڑھاپے میں دنیا کے دکھوں کا درد نہ باپ کے لئے چھوڑ جائے اور آپ چلتا بنے، اسے اہل
 اگر تو نے میرے دن ختم کر دیئے ہوتے، تو آج میں اس عذاب قیامت سے جو میرے تخت جگر
 کی رحلت سے مجھے دیکھنا پڑا ہی بچ گیا ہوتا، میں اپنی آنکھوں دو شمع روشن تو گل ہوتے نہ دیکھتا
 انرض بزرگ کی بے قراری کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔

ادھر یہ کیسی اور بے بسی کا عالم تھا، اور فزشتہ غیب کہہ رہا تھا، کہ اسے بہت کے بیٹے
 اور حوصلہ کے نسبت، اس وسعت خیال کے میدان میں تو اس قدر تنگ خیالی سے کام نہ لے،
 اور عقل کی باگ تھامہ سے دے، جس نصیب سے تو بہرہ ور ہے، اس کی بجائے کیا خبر، جو بھاگ بھگوان
 تیرے لئے کھے ہیں، اون کا تجھے علم ہی کمان، کہ مرے تیرا دھیان اور تو ہے کس سوچ میں،
 ذرا ہوش کی لے، اور عقل کی آنکھ کھول، جس پریم کو کہہ کے پریم نگر میں اپنی عیب دیکھ لانی ہے،
 وہ ابھی تیری آغوش الفت میں آکر نہیں بیٹھا، جس شمع کو اپنی چنہر روشنی سے عرب کا اندھیرا
 اُجالا کر دینا ہے، وہ ابھی روشن نہیں ہوئی، جس چندرا کو بھارت میں جو دھوین کا چاند بن کر چلنا ہے،
 وہ ابھی نہیں نکلا، جس ہر انور کو اپنے نور سے عالم کو بقدر نور بنا دینا ہے، وہ ابھی غودار نہیں ہوا،
 جس نوزوں کی بانگ کو عرب کے گھنڈروں سے نکل کر ہمالی کی چوٹیوں پر گونجنا ہے، وہ ابھی ممبرہ
 تہیں چڑھا، جس نامور کو تیرا نام نامی شہر بہ شہر رشک عالم بنا لے، وہ شہرہ اتفاق ابھی تیرے
 ہاں پیدا نہیں ہوا۔

مدائے غیب

ابھی۔ اوس فرشتہ کی زبان پر ہی تھا کہ

یو پاک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑا جانب بوقیسیس ابرہہ رحمت
ادا خاکِ بطلانے کی وہ دویست
چلے آتے تھے جس کی اتنے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے طفیل، نویدِ مسیحا

سورۂ بقرہ کے رکوع پندرہ میں رقم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے رکھائی تھی کہ اے خدا، کہہ دالون میں
ایک نبی انہی میں سے بھیج، ایسا ہی سورہ صافات کے پہلے رکوع اور انہی یوحنا کی سولہویں
باب میں حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو بشارت دی تھی، کہ میرے بعد ایک ہی آئے گا، نام
اوس کا احمد ہوگا، آنحضرت صلیم نے خود بھی فرمایا ہے، کہ میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی بھانجی
اور بھائی عیسیٰؑ کی بشارت ہوں، آخر وہ نیک ساعت آپہنچی جس کا اشارہ تھا، اور وہ شہد گن
آگیا، جس کا وعدہ تھا، چڑا وہ سورج جھگو ان جس کی سنہری کرنوں سے شرق میں جھلک جھلک
ہونے لگی، سکلا وہ چودھویں کا چاند جس کی چاندنی سے غرب کی تاریکی روشن ہونے لگی، خالقِ خود
خاکِ پیو میں پنن آیا،

بہرنگے کہ خواہی جامہ ہی پوش
من اندازِ قدرتِ رامی شناسم

بنی آدم کے ہاں پوت ہوا پوت وہ پوت کہ جس کی آمد سے عرشِ فرش پر اوس کی
نمان ہونے لگی،

بطل کا باشی من موہن جب فرشِ پیا آتین
تک سے کہوں میں سے رہی مکی جو دم تھی من مہن

سب جو رول ملک جن بشر تاون ہی نکال سکا ہے نبی
تمہیں علی کی دھوم مچاتی تھی صد ہی کان میں
صانع نے اپنی صنعت کے رشتے بارہ دکھائے، طرح طرح کے شمع رو بنائے، اور عجیب و غریب
مہر و دکھائے، مگر ذات حق نے اب کے وہ کان خوبی دکھائی، کہ جہان سے عالم بھر کے خوبان
نے اپنی اپنی لاجبت پائی،

جب حسن ازل پر وہ امکان میں آیا
ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان میں آیا
حرم سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہی
جس وقت کہ وہ صورتِ انسان میں آیا
گل ہی، وہی سفیل ہی، وہی زر گس حیران
اپنے ہی تماثہ کو گلستان میں آیا
کانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے
ہزارین بولادہ ہر اک تان میں آیا
اول وہی آخر وہی طسا ہر وہی باطن
مذکور ہی آیتِ قسراں میں آیا

۱۰۱۰ کا
خوشی منا
بزرگ عبدالمطلب نے جو نکاح میرے گھر بوتا پیدا ہوا ہے، بے اختیار ہو گیا، کچھ کو
جو دیکھا تو خوشی سے آنسو بھوٹ نکلے، بار بار اُس نہی جان کو چھاتی سے لگاتا تھا، اور پھولا نہ سکتا
تھا، اب تو کیا تھا، اوس کا سبھی غم غلط ہو گیا، اور طبیعتِ خوشی سے سرور ہو گئی، بیٹے کی موت کے
زخم پوتے کی ولادت کے مہم نے بھر دیئے، شلخ غم خشک ہو گئی، اور راحت کی کلیان نکلا میں
باوجود اس بڑا پے کے جگہ جگہ مجلسیں کیں، راگ رنگ منائے اور شادیاں بجاوائے، گھر گھر
جشن کیے اور پن دان دیئے، داد کو اپنا مرحوم بنیاد و بارہ نظر آنے لگ گیا، اوس کے لئے
تو گویا عبد اللہ نے از سر نو جنم لیا، بھلا اُسے یہ کہاں علم تھا کہ یہ اوس سرور کائنات نے
جنم لیا ہی، جس کے نام کا دیکھا چار کونون میں بجے گا، اور جس کا جھنڈا صحرا سے ہستی پرا لیا۔

گر لگیا کہ نہ اُسے باد شرق بلا سکی نہ مصر غرب گرا سکی،

ان کا سر

اور حران کی یہ کیفیت تھی، کہ یا تو ہر وقت دامنِ آنسوؤں سے پڑتا، اودھتے بیٹھے سوتے جاتے آہ سے کام تھا، یا نالہ سے غرض نہ خود کسی سے بنا لانا کسی اور کا لٹنا اُسے بھاتا، اب کوئی اظہارِ ہمدردی اوس سے کرے بھی تو کیا، اور جو اوس کا دل بھلائے بھی تو کیونکر پس یہاں تو حقیقت وہ تھی، کہ

برو اسے طبعیم از سر کر ز سر خبر ندارم بخدا رہا کنم جان کہ ز جان خبر ندارم
یا اب یہ حال تھا کہ جو بہن بچہ سامنے نظر آیا، ہر غم تبدیل بہ راحت ہو گیا، دنیا سے از سر نو پسلی ہو گئی اور عالم سے ٹوٹا رشتہ بند ہو گیا، نینوں سے گیا گذر اور پھر واپس آنے لگا، وہ احمد جس کی آمد بی بی کو رشتہ نے خواب میں بتائی تھی، ملک الملک نے آنکھوں کے سامنے لا دکھایا، پھر تو کیا تھا، جہانِ حشر و دن رات برسی تھی وہاں راحت نے آجنا سیر لٹایا، دن خوشی کے تھے اور راتیں چین کی، مان بچہ کو جو کھیتی تو باغ باغ ہو جاتی، بچہ کی نظروں میں مان پہ جا پڑتی، تو اوس کی سوسو بلا میں لیتی، اور ہزار جان سے اوس پر قربان ہو ہو جاتی، لوگ جو بچہ کو دیکھنے آتے تو اُسے بھولی پیاری ننھی شکل بتاتے، کہتے اس کے لب لعل میں اور چشم جاوہر،

تجہ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہو نگا جادو میں تیرے مین غزالان سے کہو نگا
دی حق نے تجھے بادِ شہی حسن نگر کی جاکشور ایران میں سلیمان سے کہو نگا
خویش و اقارب بی بی سے یہی کہتے، کہ بی بی تجھے مبارک، آمنہ تجھے سوسو مبارک، تیرے سوسے بخت جاگے جو تیرے گھر روکا پیدا ہوا، اسے حیاتی ہوا، اسے جانی نصیب ہو، اس کا

اقبال بڑھے، اس کا ستارہ چمکے، بنی بی بی بڑا ہی حسین ہے، یہ کیا ہی عجب نازنین ہے،

اسے چہرہ زیبا ہے تو رشک بتان آوری ہر چند وصف کی کم حسن زان بالاتری

آفاق اگر دیدہ ام ہر تان وزیدہ ام بسیار جوان دیدہ ام آقا چہرے دیگر سی

نافعش می بندد فلک کس را نداده این ہمک حوری نہ داند ہم ملک فرزند آدم یا پری

ہرگز نیاید در نظر صورت نہ رویت خوبتر شمس ندانم یا قریا نہ ہرہ یا مشتری

تو از پری پا بکتری و ز بزرگ گل نازکتری در ہر جہ گویم بہتری حقاً عجائب دہری

مطابق رسم در واج عرب کے اب بچہ کو خانہ کعبہ لے جاتا تھا، چنانچہ عبدالمطلب نے اُسے

گودین لے لیا، اور طواف کو لے چلا، حرم محترم میں پہنکر بزرگ نے اون سلون کو سجدہ دیا

اور بتوں کے آگے سر جھکایا، اور اون کے حضور میں دعا مانگی، کہ اے بتو، میرا بخت خفتہ دیدہ

ہوا، میرا بھولا بھیکا نصیب یاد رہا، پھر میرے بیٹے کے گھر بیٹا ہوا، اے مندر کی مودت، میرے

بچہ کو حیات بخشو، اور اس کی عمر دراز کیجو، وائے حسرت،

بزرگ کی بھلا دہ دور میں آنکھ کھان، کہ وہ دیکھ سکتا کہ میرے بچہ کے دست قدرت میں

تو ان بتوں کی اپنی حیات ہے، اور اس کے بازو سے ہمت میں ان کی اپنی عمر و رازی، میں بھلا

اس ہنگامے میں یہ کیا دعا مانگا ہوں، اور اس صنم خانہ میں دست بدعا کس سے ہوں، رازدہ

سوسال کا بڑا بزرگ، عمر گزری مورتی تو جن میں، سینکڑوں بچاریوں کو ان کی پوجا

کرتے اور جاتیوں کو ان کی آستین چومتے دیکھا، مگر نہ دیکھا کہ بھلا ان سے تسکین قلب کسی کو

ہوئی تھی، آخر خدا کی شان اس پر پھر بھی اوس کا اعتقاد کامل، ان ہی کی ذات پر کہ جو طیر کا

تو ان ہی کے در سے، اور جو کبھی کبھی بنی تو ان ہی کے جناب سے،

بولی دنیا۔ بھلا تو نے کب کسی سے وفا کی، ایک نہیں کوئی ہزار جان سے ان پر
خمار چو، تن من و من سبھی لٹا دے، کوئی من چلا ان کی آستین پہ سر گھسا دے، مگر یہ وہ
ذات ہیں، کہ کبھی خاطر میں نہ لائیں اور آنکھ سے آنکھ نہ ملائیں، بڑے بڑے خفاں انھوں نے
تباہ کیے، بڑے بڑے غور و جوان انھوں نے فنا کیے، توں سے وفا ڈھونڈنا، ان سنگدلوں
سے پیار کرنا، خدا پناہ دے، ان کا عشق بری بلا ہے، نہ اس کے ڈسے کا علاج نہ کائے کا منتر
مگر کون سمجھ سے اس بزرگوار کو؟ اور کوئی اوس سے کہے بھی تو کیا؟ اوس کے لیے لات و سہل
تو تادم و نندتے، وہ بھلا کہاں کسی کو سنتا تھا،

بت پرست بزرگ نے توں کے گرد آخر بت شکن بچہ کو پھرایا، طوائف کیا، اور سجدہ کرایا،
اس رسم و رسوم سے فارغ ہو کر واپس آیا، اور سب کنبہ قبیلہ کو بلوایا، خویش برادر ہی اکٹھے
ہوئے، راگ رنگ کی محفل رہی، اور بچہ کا نام تاجی اسم گرامی عہد رکھا گیا،

زبان پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا کہ میری نطق نے بوسے مر می زبان کے لیے
بچہ نے اچھی چند ہی روز زبان کا دودھ پیا ہو گا، کہ اُسے ملک کے رسم و رواج کے مطابق
ایک دودھ مان (بچہ) کے سپرد کر دیا گیا، چار سال تک اوس نے اسی کی گود میں پرورش
پائی، اور اسی کے ساتھ رہا، یہ دودھ سال میں بچہ کو مان کے پاس دکھلانے لایا کرتی تھی،
مان جو بچہ کو دیکھتی، تو باغ باغ ہو جاتی، کہتی اس غنچہ دہن نے مجھے نہال کر دیا ہے، مگر اُسے
یہ خبر تھی، کہ اس زونہال کی تھک کو چمن عالم کو نہال کر دینا ہے، عرب میں زونہال

بچہ کو نہالنے

والہ کرنا

بچہ دو برس تک اتنا ذون کی گود میں پرورش پایا کرتے تھے، مگر نبی بڑی دور اندیش تھی، اُسے بچائے دو کے چار سال بچہ کو حلیمہ کے پاس ہی رہنے دیا، تاکہ شہری عفویت سے دور دیہاتی آب و ہوا میں یہ سبزہٴ خشن نشو و نما پائے، اور آئے دن ضعف کا فوالہ اور امراض کا شکار ہی نہ ہوا رہے،

نظام ہر بچہ کی ماں سے یہ عہدگی کوئی بڑی بات معلوم نہ ہو، مگر فی الحقیقت یہ ایک بھاری بات ہے، کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے، ایک نوجوان نبی، پھر پیوہ، اُس پر اکٹوہ، بچہ ایسے بچہ کی اپنے سے عنیدہ کرنا اور چار سال تک اُس سے عہدگی رکھنا کارے دارد، بچہ سے جدائی اختیار کرنا بدین خیال کر اسے تن تو اتانی حاصل ہو، بلا سے مجھے غم جدائی کا سامنا ہوتا ہے تو ہو، یہ ہر کہ و مہ کا کام نہیں، یہ اُسی نیک وزیر کا کام ہے، جو نہ صرف دور میں آنکھ رکھتی ہو، بلکہ جسے سبر و شکر کا یا را بھی ہو، یہ ایک وصف خدا داد ہے، و اگر نہ کسی خبر و میں یہ خرمیاں! حسن و دانش کا پیوند! یہ ایک ایہنا ہے، ہم نے تو حسن حسین کو دیکھا، اجل ہی دیکھا، صانع نے جسے شکل دی، اوس سے پہلے عقل لے لی، مگر ایک آمنہ تھی، کہ جس میں یہ جوڑ و میل برابر کا موجود تھا، ماں کی یہ دلی مراد خوب برآئی، بچہ کی صحت کے نہال نے ایسی جڑ پکڑی کہ مصیبتوں کے سینکڑوں طوفانوں سے اُسے مقابلہ زندگی میں پڑا، مگر وہ اوسکا پتہ تک نہ ہلا سکے، افسوس ہے تو یہ کہ ماں کو اپنی محنت کا شجر پھلا پھولا دیکھنا نصیب نہ ہوا، ماں بیٹے نے بشکل تمام وہی سال اکٹھے گزارے ہوئے، کہ تقوا و قدر نے پردہٴ مفارقت درمیان میں ڈال دیا، حضرت آمنہؓ را ہی ملک عدم ہو گئیں، اور چند سال کا خور و مال پیچھے چھوڑ گئیں، عبرت کا مقام ہے، کہ ماں بے بس

ماں کی موت

بستر مرگ پر پڑی ہے مادہ بچہ کی بکسی پردہ بخود ہے، دل میں کہتی ہے، کہ بس اب گھڑی ہے کہ پل،
 کون اس کی دیکھ بھال کرے گا نہ اس کا کوئی بھائی ہو نہ بہن، باپ قدرت نے پہلے ہی
 لے لیا تھا، اب میں بھی باپ کا بھون، ہائے ری میری قسمت، اُن ری میری شومی بخت
 مان حسرت بھری نگاہ سے جان مادر کو بار بار نکلتی، مگر حالت نازک تھی اور وقت نزع کا، آنکھ
 اٹھاتا اور نظر بھر کر دیکھتا بھی تو کٹھن ہو رہا تھا،

بچہ کی حالت

اُدھر بیٹا ششدر و حیران سر جھکائے غم کی قفل بنائے کھڑا تھا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے باپ کا
 نام و نشان نہ دیکھا، ان دیکھنی نصیب ہوئی تھی وہ بھی اب چلی، یہ دردناک فتنہ دیکھ کر خویش و آقا ب
 خون روتے ہوں گے، اور شہر کے لوگ دادیلا کرتے ہوں گے کہ یہ کیا ہونے لگا ہے، کوئی آنکھ
 نہ ہوگی جو آنسوؤں سے تر ہو، اندر کوئی دل نہ ہوگا، جو دکھ کے دریا میں دو با ہو نہ ہو، ہر جگہ سکتہ کا
 عالم ہوگا، اور شہر اتلم کوہ بن رہا ہوگا،

بچے چارے مصیبت کے مارے تھے ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا ہوگا، کہ ایک اور آفت اُسکے
 سر پر ٹوٹ پڑی، جو آ سرا داد کا تھا، وہ بھی جلتی ہوئی بزرگ عبدالمطلب بھی چل بسا، اور آٹھ
 سنی کا یتیم بچہ چھوڑ گیا،

بس اب تین تنہا اوروں چلی، وہ کنوین کے ساتھ دون کے سامان کرے تو کیا اور جائے تو
 کہاں، نہ باپ کی شکل دیکھی نہ لہان لگاؤ کے سوا اس کے کلمہ آرام، اب طرح طرح مصیبتوں سے مقابلہ کرنا
 اور دنیا کے جھگڑوں سے معاملہ یتیم تو باپ کی موت ہی نے کو دیا تھا، مگر وادائی وفات نے کاسرہ
 غم بالکل بریز کر دیا، مرضی موئی، شریعت گرائے گا، بڑا شریعت کہ کا پوتا، آن کی آن میں میکس

و بے خانان ہو گیا مگر اس کچھ کو یتیم کرنا بھی شاید راز ربی تھا، ذات حق کو اُسے ایک خاص منصب عطا کرنا تھا جس کے سرانجام کے لیے تجربہ ذاتی کی اتنی ہی ضرورت تھی، معنی کہ مشاہدہ اصلی کی، چنانچہ حق نے جب اُسے اُس عہدہ سے سرفراز کیا، اور امتحان میں ڈالا، تو پھر وہ یتیم کیا خوب اُترا،

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پر اٹکے کا غم کھانے والا
فقر و غنا کا بلحاظ صیفون کا ماویٰ یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اب پیچھے تو کون تھا، جو یتیم کو سنبھالے، بھلا مان باپ کے سوا اُسے کون کسی کو پالے، مگر خدا کا راز ہے، آپ کا چچا بزرگ ابو طالب ایک بڑا کنبہ پرورش تھا، اوس نے نہ صرف یتیم کی بچپن ہی میں پرورش کی، بلکہ جوانی میں بھی پورا پورا ساتھ دیا اور بڑھاپے تک برابر شامل حال رہا، بڑا وفادار مرد تھا، وہ وفا کا نام رکھ لیا، بزرگ نے اپنے ساتھ ہی آپ کو کام بیچ بیوپار کا شروع کرایا، اور دونوں چچا بھتیجہ اکٹھے باہر اندر آنے جانے لگ گئے، پچیس برس کی عمر تک آپ کو زیادہ تر مصروفیت و مشغولیت تجارت میں ہی رہی، اور جہاں کہیں باہر جانے کا اتفاق ہوا، چچا کے ساتھ ہی گئے، ایک دوسرے سے پل بھر کی جدائی بھی دوبھر معلوم ہوتی تھی، آپ نے تجارت کے کام کا چ کو بہت اچھا نبھایا، اور اپنی طرز خوبی اور طریق حسنہ سے اپنے کاروبار میں بڑا نام پایا یہاں تک کہ آپ کو لوگوں نے صادق اور امین کے خطاب سے مخاطب کرنا شروع کر دیا،

تجارت و صداقت ہر دو صفتیں ہیں، ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ پانی بلانا ہے، ان کا اکٹھا کرنا کارسے دار و، تجارت اول تو ہمیشہ ہی ایسا ہے کہ جس کے اختیارات کی اگنی کو اگر حسد و دھرم کی ہوا کے بھوت ساتھ ساتھ دھونکتے نہ رہیں، تو بیچ بیوپار کا گرم بازار آٹا کاٹا ٹھنڈا

امین اور صادق
کا خطاب پانا

تجارت و صداقت

ہو جائے، خواہ کوئی کتنی ہی جس بے بہا کیون نہ رکھے، جب تک اُسے دھوکے کا رنگ نہ دے اور اُسے فریب کے شیشے میں نہ اتارے، کوئی اُسے لینے کا نام تک نہیں لیتا، جس جگہ میں محبت کا معیار نہ اور پریت کی پرکھ پیسا ہو گیا ہو، وہاں مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کمان ہوئی، ایسے زمانے میں حیب زر کا اس قدر زور ہو اور محبت کا عالم گیر قحط تو کمزور فریب سے بھاگنا اور راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور صادق اور ایمن کہلانا یہ کسی کا کام ہی

پھر سچ بولنا کس روئے زمین پر؟ عرب کے اندھیرے میں، جہاں نہ عقل کی روشنی ہو نہ تمیز کا اجالہ جسے دیکھو اندر باہر سے کالا جہان لوگ ہر کالے فن میں ماہر ہوں، اور ہر سیاہ ہنرمین طاق، وہاں اگر راستی جائے تو اپنا منہ ہی کالا کرانے جائے، ایسے بدکرداروں میں نیلو کار ہو کر رہنا یہ کسی کا کام ہے، کوئی ہے آدم کی اولاد سے ایسا؛ کوئی ہے مرد میدان اس طرح کا بچھو و عومنی ہو، وہ آئے نکلے اور دکھائے اپنا کرتب،

پھر سچ بولنا کس عمر میں، جب سن ہو میں بچپن، عین جوانی اور اندھی مستانی، یہ عمر زندگی کا وہ حصہ ہے، جب سچ بولنا تو درکنار سچ سوچنا کہ سچ کہا جائے یا جھوٹ، انسان خاطر میں نہیں لاتا، یہ بلا کا وقت ہے، اس وقت جوانی کی اُمنگ اور شباب کے دلولہ اپنی دھن میں بشر کو ایسا منہ زور اور بے لگام لئے جاتے ہیں، کہ وہ دائیں بائیں لگاؤ تک نہیں کرتا کہ کون سی راہ راست ہے اور کہہ کر کوہے کج روی، اُسے ضبط ہے تو بس ایک اپنے خیال سے کہ جس طرح بھی ہو، یہ ضبط پورا ہو، جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے، بناؤ۔ مگر اپنا جنون نبھاؤ، یہ جوانی بڑی بلا ہے، اس کا اُمنڈا ہوا مریائے، الامان جوئیے جوانی کی ایک لہر جو آئے، تو تمام خرمن ہوش و حواس کے بہا لیجائے،

اس کے شباب کی انگلی کا دیر جو کبھی جوش و خروش میں آجائے، تو عقل و خرد کے تمام اشتجار کو جڑ سے اکھیر لیجائے اور جو کبھی اس کے دلوں کی ندی نالے طغیانی پر آجائیں، تو بڑے بڑے گئی پٹنوں اور دھرم وان کیغیروں کو مہ اوں کے سب گیان گوشت کے آگے بہا لیجائے،

عمر کے اس عالم میں صادق القول بنابر بشر کی مقدور سے دور ہے، اور انسان کی طاقت سے باہر، یہ بات ہی کچھ اور ہے، آؤ لوگو، دیکھو، یہ ظلم حق ہے، اے آنکھ والو دیکھو تربیت کے سلسلے کو برہم نہ کرو، اور نہ نکار کے نور کو اجسام خاک میں نہ ملاؤ، آؤ، اس امین کو دیکھو، یہ امن روپ ہے یہ سند سر روپ ہے، اسے کافون والو، اس صادق کی سلو، یہ کان قرآن ہے، یہ صداقت کا پیغام ہے،

ان دنوں مکہ معظمہ میں ایک بیوہ بڑی شریف گھرانے کی متمول رہا کرتی تھی، نام اس کا

خدیجہ تھا، اور عمر کوئی چالیس کے قریب تھی، دولت حسن، خدیجہ کی بڑی تھی، مگر دنیا کا مال متاع اس سے بھی کمین زیادہ تھا، البتہ اگر کمی تھی تو یہ کہ اُسے کوئی لائق منتظم نہ ملتا تھا، جو اس کے کاروبار کو خوش اسلوبی سے سنبھالے، جس کسی کے سپرد وہ کام کرتی تھی، وہ اُسے جمع خرچ پور کر دکھاتا تھا، باقی خیر و عافیت، اسے خدیجہ کو بھیلے آدمی کی تلاش بڑی رہتی، مگر کام کا آدمی بھلا کہاں ملے، اس نے کوشش نہ چھوڑی اور جستجو برابر رکھی، آخر اس کے کافون تک بھی آپ کی دھاک جا پہنچی، کہ ایک نوجوان لڑکا محمد نامی بڑا ہونہار ہے، واک کا سچا، اور زبان کا پلوٹ ہے، سچائی سے ایک قدم پرے نہیں ہٹتا، اور جھوٹ کے نزدیک نہیں جاتا، لقب اس کا امین اور خطاب اس کا صادق ہے، خدیجہ کہنے لگی کہ جو ایسا آدمی میرے ہاتھ آجائے تو میرا بھتیجہ بگڑا کام بن جائے، اس بگڑی بنانے والے کو یہ منظور تھا، کہ خدیجہ کا نہ صرف ایک بی

خدیجہ کی خدمت

گڑا کام بن آئے بلکہ اسے ایک ایسا کارساز لے جائے جو اس کا دماغی ساتھ بھائے، چنانچہ بی بی نے آپ کو ایک پیغام بھیجا، کہ جو تم میری ملازمت اختیار کر لو، اور میرے کام کو سن، انتظام سے نبھاؤ، تو میں تمہیں اس آمدنی سے دو چاند یا کروں گی جو اب تمہیں ہو کر تھی ہی، مجھے دیانت دار اور راست گفتار آدمی کی ہڑی چاہی، تمہاری سچائی کی خوبی اور دیانت کے شوق نے مجھے تمہارا شائق بنا دیا ہی، جو تم میرے دل کو اپنا مال سمجھو اور میرے نقصان کو اپنا زیان، تو پھر کوئی حق خدمت بھی جو تم مانگو، مجھے مینے میں درینہ نہ ہوگا، جو یہ شرائط تمہیں منظور ہوں، تو مجھے تم ہر طرح مقبول منظور ہوں۔ آپ کو جو یہ پیغام آیا، تو آپ نے بعد صلاح مشورہ اپنے چچا کے یہی فیصلہ کیا کہ ایسی قدرتی خاص عورت کی ملازمت ضرور اختیار کر لینی چاہیے، چنانچہ آپ خدیجہ کی خدمت میں چلے گئے، آکر کام کاج سنبھال لیا، اور کاروبار کرنا شروع کر دیا،

ابھی تک تو سب سنی ہی سنائی شہرت تھی، جس پر خدیجہ نے آپ کو اپنا ملازم مقرر کیا تھا، اب اوس نے اپنی آنکھوں میں دیکھا کہ نہ اسے دکھلا دے سے غرض ہی، نہ مشتری سے کام، نہ اسے وں چین و نہ رات آرام تو خدیجہ حبیب یہ دیکھتی تو خوش و خرم ہو جاتی، اور ہو کیون نہ کام اوس کا وں بدن بڑھنے لگا اور ستارہ اوس کی دولت کا چمکنے لگا، جو نہ آپ کی قدر و قیمت خدیجہ کے دل میں بڑھتی گئی، ویسے ہی ساتھ ساتھ محبت کی شمع بھی اوس کے دل میں روشن ہوتی گئی، آنکھوں والو، آنکھیں شہی نعمت ہیں، خدیجہ آنکھ کھلتی تھی، اُسے اُحد کے اُجالے میں حقیقت حق نظر آنے لگ گئی، اُدھر وہ ستر پا نور، اُدھر یہ حقیقت بن بن، بھلا اثر کیسے نہ پیدا ہو، خدیجہ کو الفت کی لوگی، اور اوس کے من میں کسی کے پریم کی جوت جلنے لگی، کیا صداقت و کیا دیانت داری، کیا خوب دلی و کیا خوش گفتاری

خدیجہ کا دل شہینا

سب نے بل بل کر ایسا چاہا کہ خدیجہ کے دل پر مارا کہ اُس کا قلمہ دل تخیر ہو ہی گیا

دل می رود و دستم صاحب دلان خدا را دروا کہ راز نہمان خواہد شد آشکارا

کشتی شکستگانیم اسے بادِ شرط بر خیز باشد کہ باز بنیم آن یار آشنا را

اسے صاحبِ کرامت شکرانہ سلامت روزے قصہ کے کُنِ دوشِ مینو را

خدیجہ دل ہی دل میں کہتی ہوگی، کہ کل تک تو میں اچھی بھلی تھی، اب بیٹھے بٹھائے، مجھے یہ

کیا ہونے لگ گیا، یہ اب بات بگنی کیسے، ایک تو خلقت مجھ پر طعنہ کر گئی، کہ چالیس کا تو اس کا سن

ہو گیا ہو اور ابھی اسے برابر دنیا ہی کی دھن لگ رہی ہو، اوس پر مشکل یہ کہ میرا تو ادھر آغا در انجام ہو

اور جوانی کا قصہ تمام ہو، اُدھر وہ رنگیلا، رسیلا جوان، حسینوں میں بلا کا حسین، تازہ دلون میں عجوبہ

تازمین، وہ مدد بھرے نین وہ بانگی ترجمی نگاہیں، وہ زرخِ فور اور اوپر کالی بلائیں،

بنج تو رونقِ قرینکست لب تو قیمتِ شکرِ شکست

من ز اولِ شکستہ پا بودم عشقت آمد مرا بسرِ شکست

ترکِ چنیمت مرا بہ نیزہ بزد نوکِ آن نیزہ در جگرِ شکست

بروزِ دل رسید و حلقہ بزد پاسبانِ خفتہ بود در شکست

ان ہی ترجمون میں خدیجہ کا دن سے رات اور رات سے دن ہو جاتا، نہ کوئی تجویز بن آتی،

نہ کوئی تدبیر ہی سوتیتی، ہر وقت اسی خیال میں رہتی، کہ کوئی ایسی صورت بن آئے، جو من کی مراد

بر آئے، اوس بچاری کو اب دن رات یا تو کعبہ کا طواف تھا، یا بتوں کی پوجا، اون کے حضور میں جا

دعاؤں مانگتی، اور اون کے روبرو متین مانتی، خدا کی شان، خدیجہ بتوں کے سامنے ہنس نہ سکتی تھی

آزاد وین جا جین نیاز مطلق، بہت وقت ایسے ہی اوس نے گزارا، کہ کچھ اوس کا سینہ بھلا بننا ہی کیا تھا،
 آخر ایسی دل برداشتہ ہوئی، اور اوس کے شیفٹہ دل میں ایسی ٹھیس لگی، کہ اُسے اندر ہی اندر بتوں
 سے نفرت پیدا ہونے لگ گئی اور چون چن آنحضرت صلیم کی ذاتِ برکات سے خدیجہ کا عشق بڑھتا گیا،
 ساتھ ہی ساتھ بتوں سے دل ہٹا گیا، ایک دن جو طبیعت اوس کی بہت تنگ ہوئی تو بے ساختہ کہنے
 لگی، کہ میں ان کعبہ کے بتوں سے آخر کیا پایا، ناحق رو رو اپنا آپ ہی گویا، میں چھوڑے یہ بت بے پیر،
 نہ ان سے کوئی تجویز بن آئی جو نہ دیر، یہ بے پیر کی مورتی ہیں اور کالے کالے کے بت، ان میں کھا ہی
 کیا ہو، لعنت ہو ان پر اور پھٹکار ان کے بوجھنے والے پر، نہ مجھے ان کا بھروسہ رہا، نہ ان پر اعتقاد،
 اب میرا بت ہو تو ایک، اور دلدار ہو تو ایک، اب میرا وجود ہو گئی تو احمد کی جناب میں، اور دستِ بدعا
 ہو گئی تو محمد کے حضور میں، کہاں میں ان پھر مون کے پاس روزِ جاؤں، اور حالِ دل ان سنگدلوں کے
 سناؤں، اب ان کے آگے دستِ سوال دراز کروں، بس ہو چکے میرے سوال اور دے چکے یہ جواب
 میرے من کے مندر میں ہے؟ میرا محمد، میں کیوں نہ یہ راہِ مستقیم لون اور دلدار کی درگاہِ عالی پہ خود
 جا حاضر ہوں، چاہے اب تمام عرب مجھ سے مکہ موڑ جائے اچا ہے سارا جگ مجھے چھوڑ جائے بس۔ میں
 اب پوچھوں گی تو رکِ دلدار محمد کو،

میرا سہیلہ اہل جنون، موئے محمد	عرب عبادت خیم ابروئے محمد
دشمنِ کنا یہ بود، از روئے محمد	دلیلِ اشارتِ کذا ز موئے محمد
بر باد و چرخِ ہمدردی، عنبر	یک نغمہ رسد گرز دو گیسوئے محمد
تا گلِ بیکد از عرقِ روئے محمد	شد بل جانِ شیفٹہ روئے محمد

خدیجہ نے اب ارادہ مصمم کر لیا کہ میں خود جاؤں اور راز دل آنحضرت صلعم سے جفاؤں، اور یہ کہوں کہ اسے صادق مجھے قسم ہے تیرے نقش کت پائی کہ تو دیانت میں شہرہ آفاق ہو، اور راستی میں رشک عالم، مگر تو ہی مجھے راستی سے اتنا تو بتا کہ تو نے میرے دل سے دیانت کی؟ اے امین، کب مینے یہ دل تیرے پاس امانت رکھا تھا، مینے تو صحن اپنا زرو مال تیرے حوالہ کیا تھا، دل کا بیوپار تو تیرے سپرد نہ کیا تھا، تو نے یہ کیوں لوٹ لیا، اس شیخون کا مجھے تجھ پر شبہ بھی نہ تھا، نہ تیری ذات سے اس دھارٹا کا اندیشہ، کہنے لگی۔ بس میں یہ سب کچھ کہوں گی، پھر دیکھوں گی، بھلا کیا جواب اوس سے بن آتا ہو، مگر ساتھ ہی دل میں یہ بھی کھٹک گئی، کہ بایں تو یہ سب کہنے والی میں، مگر کہے گا کون، یہ دستور زبان ہندی ہو کیسا تیری محفل میں یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہو زبان میری شاہ اگرچہ خود خدیجہ کے ملازمن سے تھا، مگر مہبت حسن اور عرب عشق بھی تو بلا کا اثر رکھتے ہیں، کیا مجال کہ خدیجہ کا لب گفتگو کوہل سکے، بہت جدوجہد اوس نے دل سے کی، کہ سامنے ہوا کلمہ سے آنکھ رلا بات کر سکے اور راز دل جتا سکے، مگر حوصلہ کا قدم آگے نہ بڑھ سکا، بیچاری جہان کی جہان تھی، دہین رہ گئی، دل میں جوڑ توڑ مگر برابر لگا رہا، بہتیرے تجویز و تدبیر کے گھوڑے آگے پیچھے دوڑاے، مگر میدان عشق کا تھا، کوئی دو قدم چلا کوئی چار، کوئی یہاں رہا کوئی وہاں گرا، آخر مورچہ محبت دلدار شاہسوار کے ہاتھ رہا، خدیجہ گھبراٹھی اور چلائی،

بھیر تم کہ عجب تیرے کسان زدہ
بھیر تم کہ عجب زخم بے نشان زدہ
کہ تیر عشق مرا اندرونِ جہان زدہ
کہار دم بکہ گویم کچھ چہارہ کنم

آخر جب دل کا بخار ذرا ٹھنڈا ہوا، اور سنبھلی، تو اوس نے سب معاملہ پر سہارہ سے تجویز نکال کے چٹائی

دوبارہ نظر ڈالی، زمانہ کے گرم سرد سے خوب واقف تھی، اور طریق مصلحت سے خوب آشنا، دل میں سوچا کہ یہ محبت کا میدان ہے، اور عشق کا موکہ، غنیمت زود آ رہی ہے، اور میں قلعہ میں محصور ہوں، جو سینے سے نکلیں، اب ہر نکال، تو کچھ ناز کے تیروں کی بوجھار سے میرا بھی کام تمام ہو جائیگا، اور میری امیدوں کا خاتمہ، میری عقل کے ہتھیار اور محبت کے سپہ سالار سبھی رہ گئے ہین، یہاں اب ایک میں ہی ایک بیٹی کفِ انوس مل رہی ہوں، اب یہ بات بنے تو کیسے، اور ڈھنگ لڑے تو کس فزع پر یہ کام نہ داؤ بیچ کا جو نہ کرو فریب کا، کیونکہ نہ اُسے حرص و جو اسے غرض ہے، نہ زن و زر کی پرواہ، ہونہ ہو کوئی اعلیٰ تدبیر سوچوں، مگر تدابیر میں احسن تدبیر تو راستی ہے، اور وہ صادق ہے بھی فریفتہ راستی کیونکہ نہ ایک پیغام پر بھجوں، جو اُسے حقیقت حال بتائے، نکاح کا پیغام بجا ئے، اور اُسے بھی حالِ دل جائسائے، سو بچ بچا کر اور آخر یہ صلاح پختہ کر لی، اور ایک مستبرہم بیٹھی اور اپنا محرم حال اس کام کے لیے انتخاب کر لیا، خدیجہ معاملہ فہم تو بڑی تھی، جب قاصد پیغام لے چلنے لگا، تو خدیجہ نے اُسے پاس بلایا، بٹھایا اور سمجھایا کہ دیکھ کہ میں ایسا نہ ہو، کہ تو اپنی نمک حلائی جتانے جتانے میرا ستیاناس کر دے، جو تجھ کو حق خدمت ادا کرنا ہو، تو اوس سے جو کہنا حق کہنا، اوس امیرا الطبع کی طبیعت سے میں خوب واقف ہوں، اور اپنے دہرے دل سے بڑی آشنا، دیکھنا خبردار کہ میں تمہاری تپہ چالاک میں میرا بنا کام نہ بڑھ جائے، اور میں اپنا سامنہ تکتی رہ جاؤں، بات کام کی صرف ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ صادق کے حضور میں پلا رہے، اوقت سے کچھ لپٹی، جتنا پوچھے اتنا بتانا، کم و بیش نہ کہنا، جب یہ سب پختہ و پز ہو چکی تو کہنے لگی، کہ جاتے ہی میری طرف سے عرض حال پون کرنا، کہ اسے خسر و خوبی، میری دولت و دل تیری نگاہ کی نظر ہو چکی ہے، میرا ملک حوصلہ تیری

بیٹا بھینا

حیرت من بنے تاخت و تاراج کر دیا ہے، میری ملکیت عقل کو تیرے ناز و کرشمہ نے لوٹ لیا ہے اور میری سلطنت خرمیٰ میں تفریح کے شادیاں بجا کر داخل ہو چکا ہے، اب یہاں میرے پاس رکھا ہی کیا ہے، ایک تن تنہا! بس یہی بے یہ بھی تجھ پر صدقہ، بے تجھ پر سواراوی، یہ بھی آج سے تیرا، اب سب کچھ میرا ہے، تجھے مجھ پر فتح کامل ہے، اور میری تسخیر مکمل ہو چکی ہے، تجھے اپنی فتح کی خوشی اور میری تسخیر کی شادی مبارک ہو،

خدیجہ کی آنکھیں قاصد کی راہ پر لگ رہی تھیں، کہ دیکھئے کیا جواب جانان کو لاتا ہے، اور انتظار جواب میرے نصیب کا زشتہ مجھے کیا منہ دکھاتا ہے، ایک ایک گھڑی انتظار کی سو سو برس ہو رہی تھی، اور ناکامی کی تلخی ابھی سے منہ دکھا کر رہی تھی، ہر چند اُمید باندھتی اور دل کو دھارس دیتی، مگر انکار کا خیال بھی جو کہیں اوس کے دل پہ ٹٹک جاتا، تو چھاتی ہے ایک سانپ سالوٹ جاتا، خدیجہ کو ایک سکہ کا عالم تھا، اور ہوش و حواس باختہ تھی،

خبرِ تحیر عشق من نہ جنون رہا نہ پری رہی نہ تو تیرا نہ وہ میں رہا جو رہی سو بخیر رہی

تیرے جوشِ حیرت من کا اترا اس قدر سے یہاں ہوا نہ تو آئینہ میں جلا رہی نہ پری میں جلوہ گر رہی

خدیجہ ادھر مکیسی و بے قراری کی حد پر پہنچ چکی تھی، اور حقیقت کھڑی سرِ بانی نے ہنستی تھی، راز

بہی خدیجہ کو یہ علم نہ تھا، کہ جس شہِ دو جہان کی لکھ آئے غنا ہے وہی تاجدار ہے، نہ آئے غنیہ مسلم اول

یہ خبر تھی، کہ جس سیدِ مسلمانِ دل کے ہاتھوں آئے مسلم اول بننا ہے، وہ یہی اسلام کا علم

بردار ہے، نہ آئے یہی پتہ تھا، کہ جس نبی کو آئے عالم میں سب سے اول نبوت کا یقین لانا ہے

وہ یہی نبیوں کا سردار ہے، نہ آئے یہی علم تھا کہ جس دلِ پاک کے دل میں گھر کئے رکھنا ہے، وہ

میری دلہ اور وفادار ہے، بھلا جب یہ سب کارن اُس کرتار کو کرتے تھے، تو نکاح سے انکار کمان ہوتا
مگر ساتھ ہی خدیجہ کے مقصود میں جو غیض دل رقم تھی، یہ بھی تو اُسے دیکھنی تھی، اس درد سے بھی تو
اوس کا چٹکا ر احوال تھا، در نہ نکاح تو جناب باری میں ایک طے شدہ معاملہ تھا، بس رشتہ پھان
جسے آشکار ہی کرنا باقی تھا،

ادھر آپ کو جو پیغام ملا، تو آپ نے اُسے گھر میں پل سوچا اور عقل کی نگاہ سے جانچا بھالا،
پھر پیغام پر کو شکر ا کے کہا، کہ بھائی مجھے کیا اعتراض اس میں ہو سکتا ہے، البتہ ایک فکر ضرور ہے،
وہ یہ کہ میں ایک غریب شخص ہوں، اور خدیجہ بڑی زردار و مالدار ہے، اس غیبت اور دولت کا
جو ر میل ذرا غور طلب ساما ہے، یہ چھوٹا اور کمل، ستھرا اور اہل سندیس لیکر پیغام مبر واپس چلا آیا،
اور خدیجہ کو آسانایا،

اس وقت کی کیفیت کچھ عجیب تھی، پہلے تو

خبر سننے ہی قاصد سے ہوئے ہم نے خبر بالکل تیرے پیغام کو گویا کہ پیغام قضا سمجھے
گر جب فردا سنبھلی، تو کہنے لگی کہ اگر مجھے زردار شوہر کی تمنا ہوتی، تو میں اتنے زردار و ن سرداروں
مندر کون موڑتی، رہی میری وطن دولت میرے نکاح کے مانع ہوا اور میرا ز میرے بیاہ کے
غل، ایسے زر سے مجھے کیا سود، اور اس وطن سے مجھے کیا نفع، یہ تو کیا، اگر دنیا بھر کا زریور ساتھ
گئے تو اس کی غربت پر لٹا دوں، اور ایک عالم کا مال متاع اوس کی راہ میں بچا دوں،

ہیز زلف تو گر ملک دو عالم بہت عیلم اشد کہ سرموئے تو دیدن مذہم
گر شے دست و دہوئل تو ارجا بخشق تا قیامت نہ شود صبح و میدان مذہم

شہنشاہ باد و زوبے کے زلفش برہو باد انیردین و ہر وزیرند ہم

مجھے اب بھاگ ہی تو اوس کی دولت سن سنے، دنیا کے زرو مال سے کچھ سروکار نہیں، پچھتایا ہے
 دمن پر جو ایسے حسن کے معنی شوہر سے مجھے جدا رکھے، نخست ایسے زر پر جو پیاست پریت گزرا ہے
 خدیجہ بیام بر سے کہنے لگی، کہ ابھی واپس جا، ان بی پاؤں لوٹ، اور جا کے کہہ، کہ یہ جو آپ نے میرے
 زرو مال پر جو رکھا ہے، کہ میں بہت فائدہ مند ہوں، یہ بات ذرا قابل غور ہے، جب میں خود ہی تیری
 دولت ہو گئی، جو خدا غرض آپ کو میرے زر پر تھا، وہ اب اپنے سے ہی پوچھنے، اور خود ہی
 اوس کا فیصلہ کیجیے، پیغام بر پھر لوٹا آیا اور آپ کو پیغام آ بتایا، گویا خدیجہ کے دل کا ایک صحیح نقشہ
 کھینچ دکھایا، آپ نے جب یہ سند سنا، تو محبت عقل نے اشارہ کیا، کہ یہ رفیق کی رفاقت کا
 نشان ہے، اور خدا نے بشارت دی، کہ یہ قدرت سے بھلائی کا ساز و سامان ہے، میں میں ایک موج
 محبت سی پیدا ہو گئی اور دل میں شادی کی ایک لہر اٹھی، لب پر قسم دل کا پیغام دینے آیا
 اور وہ پیغام آپ نے پیغام پر کو دل میں پہنچایا، کہ مجھے خدیجہ اور خدیجہ کا پیغام سہ آنکھوں پر قبول منظور ہے
 پیا کا پیغام اور خبر خوشی کی پیغام بر لیکر برائی طرح اڑا، اور آئے حبیب خدیجہ کو بتایا، تو خوشی
 آنکھوں سے مسرت کے آنسو نکل آئے اور اندر کے آندے شک کا سمندر بھر گیا، پس اب تو کیا تھا،
 سب کام کو خیر باد کہنا، اور ہمہ تن تیاریوں میں مصروف ہو گئی، کہ اب اس تقویٰ کا کج کو ایسا
 نبھائے، کہ یہ بھی ایک یادگار رہ جائے، بڑی شان شوکت سے جلنے لگے، اور دھوم دھام کے سالان
 کرائے،

تعالیٰ اللہ چہ دولت و دام امشب کہ آمد ناگمان دلدارم امشب

تقریب شادی

نہال عیش و طعش بر آورد
رخبت خویش بر خورد امشب
برات لیلۃ القدرے بدستم
رسید از طالع بیدام امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم
ز کوہ حسن وہ حق و امشب

صبر کا صلہ ذات پاک نے خدیجہ کو خوب دیا، منہ مانگی تو کیا اوس سے بھی کمین بڑھ کے مراد مل گئی، اوس نے ایک آدمی کام کاج کے لیے ڈھونڈھا تھا، اُسے امین مل گیا، اوس نے پیام نکا تھا، اُسے پھیل گیا، واہ تیرا دباؤ رحمت، ایک سے کیا کر دکھایا، خدیجہ بڑی معاملہ فہم بنی تھی اور نہایت وفادار و رشتہ دار، اوس نے اپنا من من و من سبھی کچھ اپنے پیارے پتی پر قربان کر دیا، اور کسی چیز کو بھی دیکھا من و من سے عزیز نہ رکھا، آپ کو اُسودہ حال بنایا تو اوس نے، آپ کی دشمنوں سے جان بچائی تو اوس نے، آپ کی نبوت پر سب سے اول ایمان لائی تو وہ خدیجہ نکاح کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہی، نہ صرف یہ کہ آپ کو اس عرصہ میں اوس سے کسی قسم کی شکوہ شکایت پیدا نہ ہوئی، بلکہ وہ ایسے پریم پریت سے رہی، اور اوس کی وفاداری اور جوان نزاری کا نقش آپ کے دل پر ایسا قائم ہوا کہ نہ تو وقت ہی ہٹا سکا، نہ گھسی کار شک ہی اُسے مٹا سکا، آپ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کبھی اوسے یاد کرتے تو آہ سرد بھرتے، ایک دفعہ جو آپ نے اوس کی پوچھ میں حضرت اسانس بھرا، تو عایشہ جو آپ کی نہایت حسین اور نوجوان بیوی تھی، کہنے لگی، کہ اسے رسول اللہ کیا خدیجہ بڑی مہربانی تھی اور اللہ نے آپ کو اوس کے بجائے بہتر عورت نہیں عطا کی، آپ نے فرمایا، نہیں، ہر گز نہیں، جب میں غریب تھا تو اوس نے مجھ سے شادی کر کے دولت مند بنایا، جب مجھے سب لوگ جھوٹا کہتے تھے، تو اوس نے مجھے سچا ثابت کیا، جب کل عرب میرے بغلاف تھا، تو اوس نے میرا ساتھ دیا، خدیجہ بڑی خوبی کی عورت تھی

اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے شاہ کے لیے ایسی ہی ملکہ زیب تھی، خدیجہ جو جان جو کمون اذیتوں میں شیک
 تھی، تو خون ریزیوں کی مصیبتوں میں بھی برابر ساتھ تھی، اوس نے ہر دم نگاہ محبت ہی رکھی،
 اور ہمیشہ ساتھ دیا،

لوگ کہتے ہیں چاہ مشکل ہے سچ تو یہ ہے نباہ مشکل ہے
 مگر اوس نے خوب نباہی،

نہال عیش و مجلس بر آورد
رجبت خویش بنور دام مشب
برات لیلۃ القدر سے بدستم
رسید از طالع میدام مشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم
زکوۃ حسن و دہ حق دام مشب

صبر کا صلہ ذات پاک نے خدیجہ کو خوب دیا، منہ مانگی تو کیا اوس سے بھی کمین بڑھ کے مراد مل گئی، اوس نے ایک آدمی کام کاج کے لیے ڈھونڈھا تھا، اُسے امین بل گیا، اوس نے پیام نکا تھا، اُسے پھیل گیا، وہ تیرا دریا ئے رحمت کیا سے کیا کر دکھایا، خدیجہ بڑی معاملہ فہم بنی تھی اور نہایت وفادار و رشتہ دار اوس نے اپنا بچہ سن، دھن سبھی کچھ اپنے پیارے پتی پر قربان کر دیا، اور کسی چیز کو بھی دیا میں اوس سے عزیز نہ رکھا، آپ کو آسمودہ حال بنایا تو اوس نے، آپ کی دشمنوں سے جان بچائی تو اوس نے، آپ کی بیعت پر سب سے اول ایمان لائی تو وہ، خدیجہ کالج کے بعد چند روز برحق تک زندہ رہی، نہ صرف یہ کہ آپ کو اس عرصہ میں اوس سے کسی قسم کی شکوہ شکایت پیدا نہ ہوئی، بلکہ وہ ایسے پریم پریت سے رہی اور اوس کی وفاداری اور جان نثاری کا نقش آپ کے دل پر ایسا قائم ہوا کہ نہ تو وقت ہی ہٹا سکا، نہ کسی کا رشک ہی اُسے مٹا سکا، آپ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کبھی اوسے یاد کرتے تو آہ سرد بھرتے، ایک دفعہ جو آپ نے اوس کی یاد میں ٹھنڈا اسانس بھرا، تو عایشہ جو آپ کی نہایت حسین اور نوجوان بیوی تھی، کہنے لگی، کہ اسے رسول اللہ کیا خدیجہ بڑی رحمی نہ تھی اور اللہ نے آپ کو اوس کے بجائے بہتر عورت نعیم عطا کی، آپ نے فرمایا، نعیم، ہر گز نعیم، جب میں غریب تھا تو اوس نے مجھ سے شادی کر کے دولت مند بنایا، جب مجھے سب لوگ جھوٹا کہتے تھے، تو اوس نے مجھے سچا بنا دیا، جب مکہ عرب میرے بنظران تھا، تو اوس نے میرا ساتھ دیا، خدیجہ بڑی خوبی کی عورت تھی

اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے شاہ کے لیے ایسی ہی ملکہ زیب تھی، خدیجہ جو جان جو کمون اذیتوں میں شریک تھی، تو خون ریزیوں کی مصیبتوں میں بھی برابر ساتھ تھی، اوس نے ہر دم نگاہ محبت ہی رکھی، اور ہمیشہ ساتھ دیا،

لوگ کہتے ہیں چاہ مشکل ہے
سچ تو یہ ہے نباہ مشکل ہے

مگر اوس نے خوب نباہی،

باب دوم

ہونا ہر بردار کے چکنے چکنے پات، جس شخص کو پیغمبری کا دعویٰ کرنا ہو، اور جس پر وحی نازل ہوئی ہو، اوس کی زندگی کے حالات جو وحی اُترنے سے پہلے وقوع میں آئے ہین، خود بخود قوی شہادت اس امر کی دے رہے ہین، کہ یہ بشر عوام سے نہیں ہے، یہ کوئی عجیب و غریب انسان ہے، واقعات صریح بتلا رہے ہین کہ اس کے اقبال کے ستارہ کو کس عروج پر جہاں چمکنا شروع اور اوس کے جلال کی شمع کو کس غفل کا سنگا بننا ہے،

ایک شخص زید نامی غلام حضرت خدیجہ کے بھتیجے کے پاس رہ کر تھا، اوس نے خدیجہ کو بطور تحفہ یہ غلام مند کر دیا تھا، آپ کی نگاہ جو اس غلام کی غلامی پڑتی، تو غیرت انسانی کی ایک لہری دل میں جوش مارتی، طرح طرح کے دوسو اس دل میں پیدا ہو جاتے، اور کئی قسم کے خیالات دل میں اٹھ کھڑے ہوتے، آخر آپ نے ایک دن اُسے خدیجہ سے مانگ ہی لیا، اور اُسے بندہ پروری اوس بندہ خدا کو بندگی کی بند سے آزاد کر دیا، مگر خدا کی شان، وہ بندگی اوس بندہ کی ایسی بھائی تھی کہ اوس نے غلصی پا کر بھی اپنے آقا کا دروازہ نہ چھوڑا، محبت پر آپ نے فیقتہ تھے، وفار آپ خدا، اس وفاداری نے زید کی قیمت آپ کی نگاہ میں اور بھی زیادہ کر دی، چنانچہ آپ نے اپنے ہی خاندان میں ایک شیخ رو سے اوس کی شادی بھی کر دی، غلام کو آزاد کرنا

غلام حضرت

زید کی رہائی

اور اپنے برابر بنانا انسان کی فزشتہ خصلتی کا ایسا کرشمہ ہے، کہ جس کی نظیر نہ اوس زمانہ کی تواریخ میں کسی جگہ ملے گی، نہ آج ہی کوئی اس کی مثال نگہ پڑے گی، بھلا کون یہ برداشت کر سکتا ہے، کہ اوس کا خادم اوس کے برابر کا بنا کر بھاڑ دیا جائے، چہ جائیکہ وہ آپ اوسے اپنے پایہ کا بنائے، اور پھر اپنے ہی کنبہ میں بیاہ دے، کون یہ دیکھ سکتا ہے، کہ اوس کا غلام جس کی زندگی کل تک اوس کے تابع مرضی تھی، وہ غلام آج اوس کے پہلو بہ پہلو بیٹھے، اور اوس پر طرہ یہ کہ غلام بھی وہ غلام جس کی حیات و موت اوس کے مالک کے ہاتھ میں ہوں، جہاں چاہا، پھر شل کی طرح کھل دیا، اور کپڑے کوڑے کی طرح پاؤں تلے روند دیا، ایسے مکس بندہ پر عرب کے اوس اندھے اندھیرے میں ترحم لانا اور ترس کھانا عام انسان کی قدرت خیال سے بھی باہر ہے، اور پھر اپنے خاندان میں ہی غلام کی شادی کر کے اس بندہ کو آزادی کو بدرجہ برابر ہی پہنچا کر بشر کے مقدور سے دور ہے، یہ غلام پروری اوسی بندہ پرورد کے لیے مخصوص تھی، جس کو رسالت کی عدالت پر بیٹھنا تھا، یہ معدلت گسٹری وہی کر سکتا تھا، جس کو حق نے حق پہچاننے کو بھیجا تھا، کہ انسان انسان میں کوئی امتیاز نہ رکھے، اور کل خالق کی مخلوق کو ایک جانے،

طبیعت آپ کی خدا واد صلح کل تھی، جہاں چار آدمیوں میں کوئی جھگڑا شروع ہوا، اور سنگ اسود نوبت فساد کی پہنچی، آپ جھٹ آگئے، دو فون جانب کی بات مٹنی، فیصلہ ناشی دیدیا، اور شور و شر رفع دفع کر دیا، ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ مکہ معظمہ میں معبد گر گیا تھا، اور عمارت کی از سر نو تعمیر پیش تھی، ہر ایک کنبہ یہ عزت اپنے لیے چاہتا تھا، کہ وہ خود سنگ اسود اٹھا کر اس جگہ پر جا کے رکھے، بحث مباحثہ اس بات پر بہت ہوا، مگر نتیجہ بحر فساد و کچھ نہ نکلا، آخر ان لوگوں نے یہ تجویز ٹھہرائی

کہ یہ معاملہ توکل پر رہنے دو اور جو شخص کل صبح دم سب سے اول خانہ کعبہ کے دروازے سے گزرتے
اُس کے فیصلہ پر چھوڑ دو، خدا کی شان سب سے اول جو شخص وہاں سے گزرا، وہ آپ کی ذات باریکات
تھی، چنانچہ یہ تالیقی آپ پر چھوڑ دی گئی، آپ نے سوچ بچار کر کہا کہ تم سب لوگ ایسا کرو، کہ ایک
چادر بچھا دو، اس پر میں خود رنگ اسود رکھ دیتا ہوں، تم اپنے اپنے قبیلہ سے ایک ایک آدمی منتخب
کر لو، جو چاروں کنارے چادر کے کولین، اور جہاں اسے بچھا کے رکھنا ہو، وہاں بھین، اوس جگہ میں
چادر سے اٹھائے اسے اوپر رکھ دو، نگاہ فیصلہ آپ کا سب کو پسند آیا، اوس سب کے دل کو بھالیا، عدل
اور انصاف کی ترازو میں تلے ہوئے فیصلہ جات اور اس رام رنگ رنگے ہوئے کے عجیب و غریب حالات
ایک سمجھدار کی سمجھ کو تو گرداب نکر کے ایسے تلامذہ میں لئے جارہے تھے، کہ وہ ششدر و حیران ہوا
جاتا تھا، کہ عالم کی ہوا کس رخ چل رہی ہے، اور یہ ناعد اپنی ناؤ کس جانب لئے جا رہا ہے،

معرفت اور

حکیمان کی نو

آپ کی طبیعت میں لڑکپن ہی سے یہ عادت موجود تھی، کہ آپ آبادی سے دور کسی گوشہ تنہائی
میں جا بیٹھتے، اور میں بچا کرتے رہتے، بالعموم غارِ ارمین آپکا جانا ہو کر جاتا تھا، یہ جگہ کہ میرے قریب ہی
ہے، اور ایک سسنان محراب میں واقع ہے، قریباً سارا اور معضان آپ خلوت میں اس غار میں
بسر کیا کرتے تھے، اور آنکھیں بند کئے دل کے دروازے کو لے بیٹھے رہتے تھے، چون چون آپ کی
عمر بڑھتی گئی، دل کی فکر و طبیعت کی سوچ بھی ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی گئی، طرح طرح کے خیالات آپ کے
دل میں اُٹھتے، کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں، کیا مقصد ہے میرا یہاں اور کہاں ہی میری
منزل مقصود، کبھی دل میں یہ دھیان آتا کہ یہ پرند، چرند اور انسان حیوان، یہ گل و گلزار اور اشجار
اور انہار ہیں کس کے، کئی آخر مالک بھی تو ہے، انکا، یہ کیل کس نے ہے بنائی اور یہ رام لیل کس نے چائی

آخر ان کہہ کی صورتوں کو تو یہ مقدار گمان کہ یہ بے جان بت نظام دنیا کا سنبھالین، نہ ان اس
چھرون کی یہ طاقت کہ یہ عنان عالم، تمدن میں ہیں، تو پھر بے کس صانع کی یہ صنعت ساری اور کس کی
ہلک قدرت جو یہ فلکاری، ان ہوا کے طبعوں میں یہ تحریک کس کے اشارہ سے ہے، اور اس جل فصل
پانی میں یہ حرکت کس کے ایسا سے ہے، آخر کوئی فرمان روا اس ملک کا ہوگا، مگر وہ کدھر ہے، مجھے کیوں
نظر نہیں آتا، اور میرے من کی ترشیا نہیں بھاتا، یہ بھڑک دل کی دن و دنی رات چو گئی ہوتی چلی
گئی، اور سوچ بچار کے مٹائے نہ مٹ سکی، ہر نکر کا خواص جو عقل کے سمندر میں غوطہ کھاتا تو بجائے
وہ تسلی میسوں تفکرات اور ساتھ لانا، الغرض یہ ایک ایسا مسمم تھا، جو آپ سے حل نہ ہو سکا، ہر چند
آپ نے سعی کی مگر یہ عقد وہ آپ پر کھل نہ سکا،

اور طبیعت جو اتنا ادب پرور اور کرہی تھی، جب پچھلے عالم میں کہیں نگاہ ڈالتی، تو دنیا اسے
ایک ایسے راجا کی پر جاد کھاٹی دیتی، جسے عیت کی خوشحالی اور خلق کی فانی سے کچھ سروکار ہی
نہیں ہوتا، کوئی لڑے، بھڑے، مرے، کسی کی بلا سے، ریاکاری کا بازار گرم نظر آتا، اور بدکاری
کی اجناس رونق پر، پچے، لٹے کی ہر طرف پود پود پر نیت، بجلے پُرش کی کوئی پُرش نہیں، جو
ایک کو شرسے کام ہے، تو دوسرے کو شرارت سے کوئی فتنہ پڑھا جو، کوئی فساد پر آمادہ ہو، اگر کوئی
گناہ جو کہ بے لاجار ایک ذلہ روٹی کے لیے جان دے رہا ہو، تو کسی نو انگلو کو اس کا درد نہیں، اور
جو کوئی مکار دنیا کا مفلس کامل جبین دنیا کی دولت لوٹا ہے انبار میرتا چلا جا رہا ہو تو کسی حاکم کو
یہ اس کا فکر نہیں، یہ خیالات ایسے دامگیر رہتے کہ آپ کی طبیعت جو بے قرار ہو جاتی، اور بار بار یہی
محبت چید کرتی، کہ کوئی فرمان روا اے عالم اور گمان جو دس جگت کا پرت بالن یہاں پہنچے

کام کو دھکا دے، دوجوہ مودھنکار کا، یہ کیا رچنا رچی ہر آفرادیہ کیا کیس کی کرتا رکھا

ابن چہ شورشیت کہ درود پر قمری بنیم ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شرمی بنیم

ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر دارد ہیچ مہربانی نہ پدر را بہ پسر می بنیم

دختران را ہمہ جنگ است بدل بہادر پسران را ہمہ بدخواہ پدر می بنیم

مگر اب ان سب سوالات کے جوابات کا وقت بھی آگیا تھا، اب ہر ساعت من کے گیان میں
کھٹے لگی، اور ہر گھڑی معرفت کے دعیان میں گزرنے لگی، الغرض ذات سے مل گئی، اور حق کے
نور سے اندر لو ہو گئی،

ہوئے جو عالم سے آنتا ظلمت کو طالع ہوا او برج سعادت

نہ پیشگی مگر چاندنی ایک مدت کہ تھا ابرجیں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے

کیا چاند نے کیفیت غایب حواس سے

ایک دن حسب معمول آپ خارجہ میں بیٹھے سوچ میں محو تھے، کہ ناگاہ ایک آواز غیب سے

آئی کہ اے محمد پروردگار، آپ نے مجھ کو کتنا گھبرا گئے، کہ یہاں نہ آدمی نہ آدم زاد، یہ کیا ماجرا ہے،

مذہب میں یہاں آتا ہوں، ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا، آپ ابھی اسی خیال میں تھے کہ وہ بارہوا

آئی، کہ اے محمد پروردگار اس پر آپ نے کہا کہ میں کیسے پڑھوں، میں اتنی ہون، مجھے پڑھنا نہیں آتا

پھر آواز آئی کہ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہے جس نے مجھے ہوئے خون سے انسان

جیسی پر حکمت خلق پیدا کی، پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہے، جس نے

نزل دی

قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھلایا، جو وہ نہیں جانتا تھا،

ستارہ بدرشید دماہ مجلس شد دل رمدہ مارانیں دونوں شد

نگارین کہ بکاتب زلفت و خطہ نوشت بغزہ مسئلہ آموزہ صد مدرس شد

نزولِ آیت ہوتا تھا، کہ طبیعت پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی، آپ نے غار سے نکل کر فوراً اٹھ کر
راہ لی، اور آپ جی اپنی جیتی بی بی کو آسنائی،

اگر کر حر اسے سوئے قوم آیا ادراک نسخہ کیا ساتھ لایا

خدیکہ ایک مدت سے دیکھ رہی تھی، کہ میرا شوہر شاہجون کی شوکت اور فرشتوں کی خصلت

رکھتا ہے، نہ اُسے کوئی انسان آپ کے پایہ کا عرب میں نظر آتا تھا، نہ اس خوبی کا بشر کبیں قرب و
جوار میں ہی نگاہ پڑتا تھا، جو میں کہ اوس نے غار کا واقعہ سنا، فوراً ہی بات کو پانگئی، اور کہنے لگی

کہ اسے میرے سر کے تاج، تجھے تلج سردی عالم مبارک ہو، یہ فی الحقیقت وحی ہے، جو تجھ پر نازل
ہوئی ہے، یہ پیغام پروردگار کا جبریل تیرے لیے لایا ہے، تو رسولِ خدا ہو، تو نبی اللہ ہے اور میں

تجھ پر ایمان لاتی ہوں، سبحان اللہ وہ خدیکہ جس نے آپ پر اپنا تر و مال قربان کیا، وہ خدیکہ
جس نے آپ پر اپنا دل صدقہ کیا، وہ خدیکہ آج اپنے باپ دادا کا دین بھی نچا دے سکے جا رہی ہے،

رفیق سے رفاقت ہو تو اس طرح کی، اور دوست سے دلی صداقت ہو تو اس نوع کی، بھلا ایسے
بے نظیر بشر سے بدھ کر کوئی اس لائق تھا جو مسلم اول کا منصب پاسے، چنانچہ خدائے برحق نے

حق دے کو اوس کا حق دیا، اور حضرت خدیکہ کو مسلم اول کیا، کچھ تو وہی عرصہ گزرنے پایا تھا کہ
خدیکہ کا چچا زاد بھائی ورتہ بھی ایمان لے آیا، آپ کا چچا زاد بھائی علیؑ اور زیدؑ رہا شدہ غلام بھی

جلدی ہی شرف باسلام ہو گئے، آپ ان ہر سہ کو لیکر دیرانے میں چلے جاتے، اور خلوت میں
 رحمان نام کا سمرن کیا کرتے، کچھ وقت تو اسی طرح گذرا اور چند ایک انتخاب اور بھی ساتھ شامل
 ہو گئے، مگر تین برس کے عرصہ میں صرف تیرہ نفسہ ایسے نکلے، جن کی آکھ کھلی، اور جن کی نگاہ نور
 حق پر پڑی،

اعلان نبوت

آنحضرت معلّم نے جب دیکھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس کام کو بر ملا لایا جائے، اور
 پیغام حق ڈنگے کی چوٹ پڑنا جاوے، تو آپ نے یہ تجویز کی کہ چالیس فی خاص کنبہ کنبہ سے اکٹھے لے
 اور ادون کو دعوت کے لیے بلایا، اور اثناء گفتگو میں ادون سے اپنی نبوت کا ذکر بھی کرنا چاہا، مگر
 کسی نے توجہ نہ دی، نہ کسی نے رغبت ہی ظاہر کی، بلکہ بعض یہودوں نے تو اس معاملہ کو ہی
 محض یہودہ جانا، اسی غفل میں علی بھی بیٹھا تھا، اوس سے رہانہ لگا، وہ بول اٹھا اور کہنے لگا
 یا نبی، اللہ! اگرچہ سب سے خود رسالہ اس جماعت میں ہی ہوں، اور مجھے بولنا بن نہیں
 آتا، مگر یہ میں یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا، کہ میں آپ کی منزلت خوب سمجھتا ہوں، اور آپ کے
 کلام کی وقعت بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں، میں ہر طرح جیسا آپ کا ارشاد ہوگا، اوس کے
 مطابق آپ کی خدمت میں ہر وہ چشم کرنے کو تیار ہوں، بسبب کو ایک ادھیڑ عمر کے اُن بڑے (محمد)
 اور ایک سو لہ برس کے لڑکے (علی)، کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں بکر تمام دنیا کے خیالات کے
 خلاف کوشش کریں گے، ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ تعجب لگا کر منتہر ہو گئے،
 مگر ان منہسی کرنے والوں کو یہ کھان علم تھا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب ان منہسی والوں پر
 خود ایک آدمہ آدمی نہیں بلکہ ایک زمانہ پڑے گا،

مشرکوں کی دھمکی

جون جون توحید کا اعلان آنحضرت صلعم کرتے تھے، اور اپنی نبوت کا اظہار کرتے تھے، اتنی ہی مخالفت بڑھتی جاتی تھی، وہ لوگ خدا کا نام سننے ہی آگ بگولہ ہو جاتے، اور جو بتوں کے خلاف کوئی کلمہ سن پاتے، تو پھر تو اپنے آپ سے باہر ہو جاتے، ایک دن چند ایک سرکردوں نے مکر آنحضرت صلعم کے چپا سے جا کے بڑھی شکایت کی، بلکہ طیش میں آ کے لعن طعن کی بوجھار آپ پر باندھ دی، بزرگ ابوطالب سے یہ لوگ کہنے لگے، کہ تیرا بولا برا درزا دہا بکتا پڑتا ہو، کہ میں خدا کا پیغام لایا ہوں، اور میں اوس کا پیغمبر ہوں، کون ہی اس کا خدا اور کدھر کے یہ پیغام، اس کے دماغ میں کچھ خلل معلوم ہوتا ہو، ہمارے بتوں کے خلاف جن کی پوجا پرستش ہم سب اور اس کے آباء و اجداد آج کے دن تک کرتے چلے آئے ہیں یہ زبان کھولتا ہو، اور ادن مورتیوں کو یہ بڑا بھلا کتا ہو، ہم بھلا یہ کب گوارا کر سکتے ہیں، ہم تو صرف تمہاری خاطر اب تک چپ رہے ہیں، جو ہم کو تمہارا پاس خاطر نہ ہوتا، تو ہم نے کبھی کا اسے ٹھنڈا کر دیا ہوتا، اور ایسا سبق سکھایا ہوتا، کہ آئندہ کسی نے ایسی زبان و رازی کی جرات نہ ہوتی، اب اس کے بعد نہ ہم کو کوئی تمہارا ہی خیال ہوگا، نہ اوس کی ہی پرواہ، جو تم اوس کو ان حرکات سے روک سکتے ہو، تو روک لو، یہ وقت ہو، ورنہ ہم اوس کا سر قلم کر دینگے، جو تم اوس کا اور اپنا بھلا چاہتے ہو، تو اوس کے منہ کو بند کرو، اور اس کی زبان کو لٹکا دو،

بزرگ آنحضرت کی

رسالت پر گھٹک

بزرگ نے آپ کو بہت کچھ کہا سننا اور سمجھایا سمجھایا، کہ بنیا آخر تیرہ تو کس ہیں تمہاری جان کا اور ادن کے وصلہ پر تم نے تمام خلقت سے مخالفت پر مکر باندھ لی ہے، اس پونجی پر یہ دعویٰ، اور اس بے مروتسانی پر تاثر اٹھانا، یہ خیال خام ہے اسے دور کرو، اور اس خط کو سر سے نکال دو

اپنی جان کی سلامتی مانگو، اور مجھے بھی دو دن آرام سے کاٹنے دو، میں نے تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے، اور عرب والوں کے خصائل سے زیادہ واقف ہوں، یہ بات اگر بڑھ گئی، تو میری تمہاری ہر دو کی خیر نہیں، عرب کے لوگ ہمیں جیتا جی نہیں چھوڑیں گے، مینا تم کو واسطہ ہو اسی خدا کا، جس پر تم کو اتنا بھروسہ ہو، کہ اپنی جان کی خیر منائو، اور ان لوگوں سے جھگڑا نہ پیدا کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چچا کی کیفیت سنی، اور اُدھر لوگوں کی وہ مخالفت دیکھی، تو چاہیے تو یہ تھا کہ آپ کا ارادہ مست ہو جاتا، اور حوصلہ ہست، مگر عرب کا جو نہایت تاجدار اور دین اسلام کا علم بردار یہ باتیں سن کر ایسے جوش میں آیا کہ آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائیں، اور بزرگ سے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگا، کہ اے میرے قبلہ، آپ نے مجھے پالا پوسا اور میری پرورش کی، ہر طرح سے نگہبانی اور نگرانی کی، اور آج کے دن تک مجھے سب قسم کی مدد و امداد دی، اسلئے ہر بات میں آپ کی رضا مندی میرے لئے سعادت و محبت ہی ہے، اور آپ کی خوشنودی میں میری بہتری و بہبودی، مگر اے بزرگوار۔ میں دین کے عوض دنیا کا خریدار بننا نہیں چاہتا، یہ اور اسلام ترک کر کے اپنی جان بچانا نہیں چاہتا، اگر آسمان سے آفتاب اور قمر میرے دائیں اور بائیں آجائیں، جب بھی میں بائیں میں آسکتا، آپ مجھے چھوڑ جائیں، یہ تیرا کس بھی مجھ سے منہ موڑ جائے، اعلیٰ خدا مجھ سے تعلق نہ کرے، مگر میں اپنے خدا سے تعلق نہیں چھوڑوں گا، چاہے مجھے بھوک پیاس کا مقابلہ کرنا پڑے، دنیا کی تمام دولت و اذیت اٹھانی پڑے، ہر دُکھ اور درد سے واسطہ پڑے، مگر میں حق سے نہیں پھروں گا، مجھے موت کے منہ میں بھی اگر جانا پڑ جائے، تو بخوشی خود جاؤں گا، مگر اپنے خدائے برحق کے حکم سے منہ نہیں موڑوں گا، مجھے اوس حاکم کا حکم ہو کہ میں توحید پسلاؤں اور خلقت کو بتوں کے جھگ سے چھڑاؤں، اوس کے پیغام کا اعلان مجھ پر عین فرض ہو، کیونکہ میں اوس کا پیغام بر ہوں،

جب تک میرے دم میں دم ہے، حق کی یاد میرے دل میں رہے گی، اور اوس کا نام میری زبان پر
 کوئی بشر اسے ہٹا نہیں سکتا ہے، اور کوئی انسان اسے ٹٹا نہیں سکتا، اس بارے میں آپ کی سب کوشش
 حاصل ہے، اور تمام سی بے سود ہے، میرا اور آپ کا اصولاً اختلاف ہے، امدیہ اتفاق ہو ہی نہیں سکتا،
 بتوں کی پوجا آپ کا ایمان ہے، اور رام کا نام آپ کے لئے کفر، مجھے یہ کفر آپ کے ایمان سے افضل ہے،
 اور سداً افضل رہے گا،

من لذت درد تو در بیان فرد شتم کفر بر زلف تو بایمان نہ فرد شتم
 صد جان بستانم کہ دہد امنست از دست دشوار بدست آمد آسان نہ فرد شتم
 در دل نہ خیال گل روستے تو خلیدہ خارے کہ بعد گلشن رضوان نہ فرد شتم
 کام و دھجان در عوض غم نہ ستانم این جنس گرای کس ارزان نہ فرد شتم

بزرگ نے جب یہ سنا، تو پانی پانی ہو گیا، بے ساختہ کہنے لگا، کہ بیٹا، میں نے آٹھ سال کی عمر سے تجھے پلا ہے،
 اب تو چالیس یا پچاس کا ہے، اب تک ہماری اچھی نہہ گئی، اب میرا تنہوڑا وقت باقی ہے، یہ بھی جو تیرا
 کر کے گزر جائیگا، بیشک ہماری رائے ایک دوسرے سے جدا ہے، مگر تم خود ایک دوسرے سے جدا نہیں
 ہو سکتے، اور نہیں ہونگے، تجھے جو بھلا معلوم ہوتا ہے، اور جو تیرے خدا نے لکھا ہے، کہہ، میں تیرے ساتھ ہوں
 اور ساتھ رہوں گا، جو تیرا دشمن ہوگا، وہ میرا کمان بن ہو سکتا ہے،

مشترکان کہ جب اس چال میں کامیاب نہ ہوئے، تو انھوں نے سوچا، کہ یہ وار تو ہمارا خالی گیا، کفار کی منصوبہ بازی
 اب کوئی اور دوا چلاؤ اور نیا بیچ لڑاؤ، اصلاح مشورہ کرتے رہے، آخر تجویز یہ ٹھہری، کہ لڑکے
 سوسے اسے قابو میں کیا جائے، رشوت کا دام پھیلایا جائے، اور جیل محبت سے اس میں پھنسا یا جائے،

ایک شخص کو تعینات کیا گیا، جو آپ کے پاس جائے اور آپ کو سمجھائے اور یہ کہ تم کہہ کے بتون اصرار
 ہمارے محمودون کے خلاف لامعنی کلمات استعمال نہ کیا کرو، اور نہ خدا پرستی کا جو چاکیا کرو، جو تمہیں
 بات کو مان جاؤ، تو ہم اس کے عوض میں جو منصب تم چاہتے ہو، تعین اوس پر سرشار کر دیں گے، اور جو
 تعین دشمن زری کی تمنا ہو، تو بتون کے صدقہ ہم تم کو اوس سے بھی مالا مال کر دیں گے، مگر تم کو چاہیے کہ تم یہ
 زبان درازی بند کرو، اور ہر وقت یہ خدا نہ کیا کرو، قاصد پیغام لیکر آیا، اور آنحضرت صلیم کو سب
 معاملہ کہہ سنایا، آپ نے کہا کہ میرا خدا شاہ ہے، کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں، اور اوس کا پیغام لایا ہوں پھر پر
 لازم ہو کہ میں تم کو اشد کی عبادت کا راستہ بتاؤں، تم سے رام نام چاؤں اور مندر کی مورتیوں کی پوجن
 چھڑاؤں، نہ تمہارے مال کا طمع مجھے اس کام سے ہٹا سکتا ہے، نہ تمہارے منصب کا لالچ میرے دل سے
 یہ خیال مٹا سکتا ہے، اسے بھولے بھٹکے لوگو، کیا تم نے مجھے اتنا محنت کا پیشوا اور حوصلہ کا پست جان کھاؤ
 جب تک دم میں دم ہو، اشد کے نام کا ڈنکا بجاؤں گا، اور توحید کا پرچار کروں گا، قاصد یہ جواب لیکر
 اپنا سامنا لیکر واپس ہوا، اور اس کے سب حال احوال تعین سنایا، کہ بھائی، وہ محمد تو تمہاری ایک
 نہیں مانتا، لات مارتا ہے تمہاری دولت پر اور لعنت بھیجتا ہے تمہاری منزلت پر، کوئی دولت خدائی اُسے
 ایسی اُتھ گئی ہے، کہ نہ اُسے پرواہ ہے تمہاری جاہ کی، نہ اُسے فکر ہے تمہاری خیمت کی، اب جو تم سے بن
 سکتا ہے بنالو، وہ خدا کو نہیں چھوڑنے کا، چاہے تم اوس سے اور ساری دنیا چھوڑالو،

پہ واقعہ شکر لوگ بڑے طیش میں آئے، اور غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے، ایک دن انہوں نے
 مجلس مقرر کی، اور قبیلہ قبیلہ کے منتخب آدمی اوس روز اکٹھے ہوئے، کہ ملکر کوئی تجویز ایسی بنائی جائے،
 کہ آپ کا فیصلہ کروا جائے، سب اپنی اپنی تجویزین پیش کرتے تھے قریباً سب ہی اس بات پر متفق تھے

آنحضرت صلیم کو مار

ڈالنے کی تجویز

کہ شخص بڑا فدا و احکام ہو، اور اس کی بات میں بڑا اثر ہو، بس بات کرتا ہو، اور آدمی کو مدد لیتا ہو سوال
 اس دھب پر لانا ہو کہ انسان لا جواب ہو جاتا ہو، اور ساتھ ہی جوان بھی ایسا خبر دے کہ آدمی اسے
 دیکھ کر گریہ ہو جاتا ہو، مگر اس کے سر پر کوئی جن بھوت سوار ہو، اور اس مرض سے لاچار ہو، کوئی
 کاہن یا مذہبی بلاؤ اور اسکا علاج کراؤ، اس کے دماغ میں ضرر و غل ہو، کیونکہ بت ہماری ہو جن ہو،
 اور یہ جن کی نندیا کرتا ہو، اور ہر وقت خدا خدا کرتا رہتا ہو، اسی نوع اور ڈھنگ کی تدبیریں پیش ہوتی
 رہیں اور ہر ایک اپنی اپنی ساط کے مطابق اپنی جہالت و حماقت کا نمونہ دکھاتا رہا، آخر ایک شخص جو مقابل
 دوسرے عقل کا زیادہ دماغی تھا، رہ نہ سکا، اور جھجھلا کے کہنے لگا۔ کہ ہمارا کبھی اس طرح اس شخص سے جھجکا را
 نہیں ہو گا، جب تک یہ زندہ ہو، ہمیں زندہ دو گور کیے رکھے گا، جو میری سنو، تو کوئی حیلہ محبت سامنے
 رکھو، اور اس کا قطع قلع کر دو، یہ درد سردور ہو جائے اور روز بروز کا جھگڑا ختم ہو جائے، تم کیا لمبی لمبی
 تجویزیں روز گزرتے رہتے ہو، اور یہ بہار و اسنان کھول دیا کرتے ہو، بھلا تمھاری ان باتوں سے
 اس کو باز آ جاتا ہو، وہ بڑا جادو گر ہے، تم نے اسے سمجھ ہی کیا رکھا ہو، اس دوران دیشی کی سب نے داد دی
 اور وہ واہ کی اور یکرناں چو کر کہا کہ بھائی اس نے سبلی کہی،

برین عقل و دانش بایہ گریست

سب نے اس رائے کو پسند کیا اور ارادہ پختہ کر لیا، پھر تو کیا تھا، آخر یہ نکات ناشایستہ پر کر باندھی ہوئے
 پرستے نوبت با پنجار رسید کہ جہان سے آنحضرت مسلم کو رات کو گزند نا ہوتا، وہ ان یہ بد کردار جا کر راستہ میں
 لائے اور خاردار جھاڑیاں بچھا آتے، جہان کہیں آپ کو غلط کے لیے جانا ہوتا، یہ پہلے ہی پہنچ جاتے اور
 لوگوں کو بھگاتے، اصحاب سدر شورو وغیرہ جاتے، کہ حاضرین کو محسن نہ سکتے، اور تنگ ہو کے واپس چھڑاتے

آپ کو زنا پینا

اور جہاں کہیں برسرِ راہ آنحضرت صلیم کو یہ بد باطن بل جاتے تو اس طرح چھوڑ دیتے یہ آپ پر چلاتے کہ
 بخون مانگوں سے خون بہا دیتے، اور تو دم مارا پناہی حقیقی بھی جان کا دشمن اور لہو کا پیا سا ہو گیا، اور
 چچی بد کی حرکات بد تو حد سے گزر گئیں، کوئی اذیت نہ تھی جو اس نے نہ پہنچائی ہو، اور کوئی معصیت نہ تھی جو
 اس نے سامنے نہ لاد رکھی ہو، نام نہاد انسان تھی، مگر کرتوت کی شیطان تھی، جب خلیفہ کا یہ حال
 ہو گیا ہو تو فیرون سے کوئی کیا لگا کرے، عوام کی تو کچھ بوجھو ہی نہ، ایسی ہوا چلی، کہ جہاں کہیں کسی نے آپ کو
 اکیلا دو کیلا پایا، کڑا کھینچا اور خوب مارا گھسیٹا، ایک دن ابو بکر اگر آکر آنحضرت صلیم کو ان قصا بون کے
 پنجہ سے نہ چھوڑاتے، تو انھوں نے کھینچ کھینچ کر اور زمین پر گھسیٹ گھسیٹ کر جان ہی سے ارٹوالا ہوتا تاہی
 جان بخشی تو ابو بکر نے خدا خدا کر کے کرائی، مگر ادن کی اپنی جان ایسی ظالمون کے پنجہ میں آگئی، کہ بڑی مشکل
 سے انھوں نے رائی پائی، آپ کی جماعت میں ایک جان نثار نام عاصم ایک دن ان بد ظنیتوں نے
 ہلکے سے اور اس کے لڑکے کو کپڑا لیا، اور زمین پر گرم ریت بچھائے ان دونوں کو اوپر ٹا دیا، اور پتھر کی
 سلین ان کی چھاتی پر رکھ دیں اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا، کہ تم محمدؐ کو بخش گا لیاں دعو ورنہ تم ہمیں پڑے
 پڑے مچاؤ گے، اور یہ بوجھ تم سے نہیں ہٹایا جاوے گا، عمار کی بیوی نے جو شوہر اور سپر برد کو اجل کے
 منہ میں شکار ہوتے ہوئے دیکھا، تو چلا اٹھی، زار زار رونے لگی، اور ان ظالمون کو بد دعا دینے لگی،
 اس تقریر سے اس کو بھی بکڑ لیا، اس کے کپڑے چیر بھاڑ کے پھینک دیئے، اُسے تن برہنہ کر دیا، اور پھر
 کیا کچھ اس کے ساتھ نہ کیا، وہ میٹھا بیچارہ، بے تقریر معصیت کی ماری محمد صلیم کے دین پر داری پر
 جان بحق ہو گئی۔

خسب است کہ بر خاک منزلت قلاطع

خسب است کہ بر آتش سوزان بہ نشاند

کس بہر کے سر نہ ہد جان نگہ ازو عشق است کہ این کار بعد صدق کنند

جب دُکھ کے دن طول پر طول پڑ گئے، اور در کی راتوں کا خاتمہ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں، بھرت جفتہ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹی بھر جاعت اسلام کو اکٹھا کیا اور یہ مشورہ دیا کہ تم یہاں سے ہجرت کر جاؤ، اپنے

اون سے مخاطب ہو کہ یوں کہا، کہ اسے دین آئی کے گھاناؤ اور غیر اسلام کے باغبانو، تمہارا اب یہاں

ٹھہرنا مناسب ہو، شترکان کی تعداد اب حد سے بڑھ گئی ہو، اور ہر مسلم کی جان عذاب میں پھنس گئی ہو،

تم اب یہاں ٹھہر کر ان کا شکار نہ بنو، بہتر ہے کہ تم سب مع عیال و اطفال ان دشت لوگوں کی ہمسائیگی

سے کنارہ اختیار کر لو، میرے نزدیک یہ اچھا ہے، کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کی بادشاہی میں جا بناؤ، وہ کچھ خدا ترس

سمتا جاتا ہو، میری طبیعت کو بڑا قلق ہے کہ مجھے تم سے ملحدگی اختیار کرنی پڑے گی، اور تم کو مجھ سے ٹکرے

سلمانو، تم کو علم رہے کہ ایک عالم کی امیدیں تم سے بہتر ہیں اور ایک دنیا کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں،

اسلئے جو تم خلق خدا کا بھلا چاہتے ہو، اور روز قیامت کو اپنی سرخروئی، قیامت سے نکلنے کی فکر کرو، تاکہ

زوال اسلام کی مشرک ہوا سے بچ جاؤ، اور ان آندھیلوں سے محفوظ رہ کر نشوونما پا جاؤ، اسے

مومنوں کو رحمت باندھو، اور چلنے کی تدبیر کرو مولا بھلا کر لگا، مسلمان بیچارے اسلام کے پیارے حکم نبی کا

سننا تھا کہ تیار ہو گئے، ان غریبوں نے مسکن، مکان چھوڑے، مگر بار چھوڑا، باپ، دادا کا وطن چھوڑا

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منہ نہ موڑا، حیرت کا مقام ہے، کہ آپ کی امت کے اس وقت آدمی بھی ہجرت

یہی ہوں، او پھیس سے زیادہ بھی نہ ہوں، اور ہوں بھی پھر اس قدر جان نثار کہ کل بحر میں بھی کچھ چھوڑنے

کو ہوں تیار، آفرین ہر ایسے دلدادہ کو اور صد آفرین ایسے دلدار پر، ان بیچاروں نے خود راہ بہت

نرا درہ ساتھ لے لیا، اور بال کچھ کو ہمراہ لے، اللہ کی آس اور رسول کے آسے سے چپ چل پڑے،

کہ شاید ہمیں وہاں کوئی ٹھنڈا اسانس لینا ہے، اور دو دن زندگی کے کفاروں کے ظلم سے بچ جائیں، اس
 امید پر آفاق و غیران راستہ کی تکالیف اٹھاتے سفر کے دمکے جھیلے شاہ جیش کی سلطنت میں آخر ہی پہنچے
 ان پانچ نصیبوں کے نجات ان سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے، وہ ان سے قبل ہی آنودار ہوئے،
 مشرکان کہ بھلا کمان برداشت کر سکتے تھے، کہ مسلم کوئی گھڑی سکھ کی گذارین، اون کا آرام ہی تو ان کو
 درد تھا، مسلمانوں کے شہر میں وارد ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی آپہنچ گئے، یہ لوگ بہت سے تحفہ تحائف
 ساتھ لائے، اور امیروں کیسروں کو نذرین پیش کیں، اور اون کو رشوت دیکر خوب پٹے ہی سے کاٹھ لیا،
 جب یہ انتظام اونھوں نے کر لیا، تو کفار کہنے پھر بادشاہ جیش کے روبرو اپنی حاضری دیکر عرضی پیش
 کی، کہ یہ مسلمان ہمارے غلام ہیں، اور کہ سے بھاگ کے آئے ہیں اسلئے ان کی گرفتاری کا حق میں حاصل
 ہیں شاہ کے دربار سے مدد ملے، تاکہ ہم ان کو واپس گھر لیجا سکیں ساتھ ہی یہ بھی عرضداشت کی
 کہ ان لوگوں نے اپنا ایک نیا مذہب کھڑا کر لیا ہے، اور خاندان کعبہ کے معبودوں کے خلاف یہ عوام کو برا بھلا
 کرتے رہتے ہیں، اور اون کی شان کے خلاف منہ سے بہتان بولتے رہتے ہیں، نہ کوئی انکا دھرم ہے، نہ
 ایمان ہے، شر شرارت سے ہر وقت ان کو کام ہے، بادشاہ یہ نالش سکر کہنے لگا، کہ خواہ کچھ بھی اذکار مذہبی
 اعتقاد ہو، جب وہ وہاں سے بھاگ کر آئے ہیں، اور میرے ملک میں پناہ کے لیے آئے ہیں، تو میں
 اون کو تمھارے حوالہ کس طرح کر دوں، جب تک کہ اون کے خلاف کوئی جرم عائد نہ ہو، ضرور
 ان لوگوں پر وہاں کوئی نہ کوئی سختی یا زیادتی ہوئی ہوگی، ورنہ اپنا ٹکڑا چھوڑ کر دیں سے پردیس کون
 آتا ہے، ایک تو یہ آگے غلام ہیں، اب تم چاہتے ہو کہ میں ان پر اور ظلم کروں، کہ اون کو بیان سے
 کھال دوں، اور تمھارے حوالہ کر دوں، میں یہ نہیں کرنے کا، مگر میں اون کو اپنے سامنے بلاتا ہوں

اور اون کا جواب دعویٰ لے لیتا ہوں تو وہ کہتے کیا ہیں، اون کا خدا بھی تو مقنون،

مسلمانوں کو جب حکم طلبی کا بلا، تو بیچارے بڑے گھبرائے اور کہنے لگے، کہ یا خدا، اب اور

مسلمانوں کا بادشاہ

کیا آفت ہم پر نازل ہونے لگی ہے، اگر ہم یہاں سے بھی نکلتے گئے، تو پھر جائینگے کہاں، یا اللہ کوئی

جگہ آخر تیری خدائی میں ہو بھی ہمارے لیے، ہم بد بد خفاک جھاتے پھرتے ہیں، اور ٹھکانا نہیں ملتا،

یا اللہ ہم ضرور گنہگار ہیں، مگر اس وقت تو ہمارا گناہ یہی ہو کہ ہم تیرے نام پر جان نثار ہیں، تو اپنے

نام کی لالچ رکھ اور ہمیں پناہ دے، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بال بچے اور ہماری یہ بے سرو سامانی

دیکھ، ہم وطن سے بے وطن ہوئے اور اب نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے ہوئے،

مگر قدر دریش، بر جان مدویش، غریب کہی کیا سکتے تھے، اُنٹھ کھڑے ہوئے اور بادشاہ کے

مدد بارین حاضر ہوئے، جب دونوں فریق آمنے سامنے مدد بارین لاکر پیش کئے گئے، تو کٹنا رکھ کر تو

ہر دم درواج کے مطابق بادشاہ کے سامنے سجدہ کر کے بڑے ادب اور قریبہ سے ایک طرف کھڑے

ہو گئے، لیکن جب مسلمانوں کی باری آئی تو انھوں نے سلام تو کیا مگر سجدہ کو سر نہ جھکائے، یہ بات

درباروں کی خبر دینے لگی، اور اس معاملہ کو خوب رنگ آمیزی سے بڑھایا، حاشیہ پر حاشیہ

چڑھایا، کہنے لگے کہ تم لوگ تو فی الواقع بڑے شریف ختم معلوم ہوتے ہو، جب تم بادشاہ کے رو برو میں

میبائی اور خستہ سنجی سے پیش آئے ہو، جب تم میں اتنی شوخی و شرارت موجود ہے کہ شاہ جہاں پناہ کو تم نے

سجدہ نہیں کیا، جس سے تم پناہ چاہتے ہو، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کہ تم نے کمر والوں کا تانہ بھی

تنگ کر رکھا ہو، تم پہلے اس نامقول حرکت و شیطنت کا جواب دو، اس طرح کی باتیں بنا کر بادشاہ کو

بھڑکانے کی کوشش مدد باروں نے کی، مگر اون کی کچھ پیشین چلی تو، شاہ نے کہا، کہ اسے مسلمانو تم تمنا

تمہارا کیا جواب ہے، سلم کردہ کا سرگرد و جعفر (حضرت علیؑ کا بھائی) تھا، وہ جواب کو آگے بڑھا، اور کہنے لگا، کہ اے بادشاہ سلامت، امیرون نے جو سجدہ کا اعتراض ہم پر کیا ہے، یہ درست نہیں، گستاخی ہمارے نزدیک نہیں آئی، اور بے ادبی ہم نے سیکھی نہیں ہے، مگر ہمارا مذہب ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے، کہ سجدہ صرف خدا کو کر دو، سوائے خدا کے کوئی بندہ سزاوار سجدہ نہیں ہے، ہم کو یہ فرمان رسول اللہ صلیم کا ہے، اور ہم اس کے خلاف نہیں چل سکتے، یہ گفتگو سن کر نجاشی بادشاہ جو کہ خود عیسائی تھا، کہنے لگا، مسلمانو، تمہارا رسول خدا کون ہے، جس کا تم حوالہ دے رہے ہو، وہ کون شخص ہے، جس نے تم کو یہ تعلیم دی ہے، اور تم یہی مجھے بتاؤ، کہ تم کہہ سنا بھاک کر یہاں کیوں آئے، اور کیا واقعی تم ان لوگوں کے غلام ہو، یہ فرمان نہ کہ سن کر جعفر پھر آگے بڑھا، اور یوں عرض کیا،

اے بادشاہ سلامت، ہم لوگ مسلمان کہلاتے ہیں، ہم امت نبی اللہ کی ہیں، جس کا نام محمد ہے اور جو رسول خدا ہے، اوس نے ہم پر بڑے کرم فرمائے ہیں، آگے ہم مُردار کھایا کرتے تھے، پتھر کھجوت پوجتے تھے، مڑکیوں کے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، ہر وقت ہمیں جھوٹ سے کام تھا، اور فریب سے غرض، خدا سے ایزد نے ہمارے لیے اب ابراہیم صلیح جس نے رحمت کی برکھائی، رہے اوس سے محروم آبی نہ خاکی ہری ہو گئی ساری کعبتی خدا کی

اب ہمارا ایمان خدا سے واحد ہے، بت پرستی کو ہم کفر سمجھتے ہیں، عورت ذات کی عزت کرنے ہیں، ونگہ فساد سے گریز کرتے ہیں، یتیموں کے مال سے سخت پرہیز کرتے ہیں، اور نام مولا مغسولوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں، یہ تمام اللہ کی برکت ہم کو رسول اللہ صلیم کے فضل سے نصیب ہوئی ہے، اے حاکم وقت! یہ ہمارا جرم، جس کی پاداش میں ہم مکہ سے نکلے اور یہی ہمارا قصیر جس کے لیے

جنتی جاویدیانی

ہم کو یہاں سے نکلوانے کی تجویز اب ہو رہی ہے، اسے اس ملک کے والی، ہم دس سے پندرہ آئے،
 وطن سے جلا وطن ہوئے، کہ کمین ان سے ہمارا پلا پاک ہو، مگر ہماری شومی بخت، یہ یہاں بھی آگئے
 ہیں، اور ہم کو یہاں سے بھی نکلوانے کے دپے ہیں، نہ تو یہ ہم کو مکہ ٹھہرنے دیتے ہیں، نہ یہاں ہی قلم
 رکھنے دیتے ہیں، آخر یہ کیا چاہتے ہیں، کہ ہم کیا کریں، جو یہ ہیں ہم پر چھوڑ دیں، نہ تو ہم ان کے غلام
 ہیں نہ کسی اور انسان کے، ہم بندہ ہیں اللہ کے، اور چاکر ہیں رسول اللہ صلیم کے، ان کا تمام دعویٰ
 جھوٹ ہے، اور ہم کو جھوٹ بولنا منع ہے، ہم نے اپنا مال متاع چھوڑا، آبا و اجداد کا مسکن چھوڑا، اپنی
 بدبختی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، اسے حبش کے بادشاہ ہم نے سنا ہے کہ تو عادل شاہ ہے، اور عاجزون
 کی پناہ ہے، اتنی خدا کی خدائی پڑی ہے، دے اس میں کمین گز بھر جگہ ہیں بھی، کہ ہم دور سے آئے ہیں،
 اور امید لیکر آئے ہیں، ہم بھی کیا در کھینٹے،

مسلمانوں کے غم کی داستان اور ان کا تذکرہ اسلام سنکر بادشاہ کا
 دل بھر آیا اور کہنے لگا "مسلمانو۔ تم پر اور تمہارے رسول پر مہربان ہو، گو اہی دیتا ہوں کہ
 محمد ہی رسول ہے جس کی تعریف میں نے انجیل میں پڑھی ہے، اور عیسیٰ ابن مریم نے جس کی بشارت
 انجیل میں دی ہے، اگر انتظام ملک و انگلیز نہ ہوتا، تو میں تم لوگوں کے ساتھ چکر اوس رسول برحق
 کی جوتیاں اٹھاتا، ساتھ ہی شاہ نے یہ بھی کہا، کہ یہ اُسی نور کی شاعیں ہیں، جس کا جلوہ موسیٰ پر ہوا تھا
 دراصل شاہ دل میں مسلمان تو ابھی سے ہو گیا، مگر اوس نے مصلحت یہی سمجھی، کہ اسکا اعلان اچھا نہ کیا
 جائے، اور مشرکان کہ کی سفارت کو حکم دیا، کہ میں ہرگز یہ اشخاص تھلے سے حوالہ نہیں کر سکتا، ان کے
 غام اجازت ہے کہ یہ میرے ملک میں جس جگہ چاہیں آجاؤں یہ حکمران کہ اپنا سامنے لیکر اہل گھر چلاؤ

محبت بڑی بلا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے ان ظالموں کے پنجہ میں رہنا پسند کیا، مگر آپ سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آئے دن مسلمانوں کو ریت گرم پر لٹایا جائے، اذکی چھاتی پر غمراہ سلیں رکھی جائیں اور ان کو کوڑے لگائے جائیں، اب مسلمان جنس کو ہجرت کر گئے، اور آپ جیسے اکیلے رہ گئے، کفار نے اس موقع کو فہیت جانا اور دل کھول کر حسرت نکالی، اریٹ کینچ، گھسیٹ، گالی گلوچ الغرض کسی بدکردنی سے بھی بدو ن نے دریغ نہ کیا، اور آپ کا ایسا ناک میں دم کیا کہ کھانا کھانے سے بھی عاری کر دیا، جہاں دیکھا کہ آپ نے کھانے کو کچھ رکھا ہے، کوڑا لگات، بلکہ بترجہ ہاتھ چڑھا اٹھایا اور پر دے مارا، الغرض ان دکھڑوں کی کوئی حد نہ رہی، اور زندگی و بال ہونے لگی، مگر کیا ہمت کسی عرب کو ہو گی، جو عرب کے اوس تاجدار کو تھی، اور کیا حوصلہ کسی مشرک کو ہو گا، جو اوس امت کے سردار کو تھا، جلد جگہ کوچہ بہ کوچہ سے نکلنے کی چوٹ تن تنہا تبلیغ حق کرتا پھرتا تھا، نہ وہ خائف کسی بشر سے تھا، نہ اسے خطرہ کسی انسان کا، جب پریم کے پریم سے سرو پڑا، بندہ آواز سے اشد اکبر اللہ اکبر کا نہ کہ بندہ کرتا تھا، تو مشرکان کھکے دل چھاتی میں دہل جاتے تھے،

ادھر یہ لوگ بھی اپنی کارستانیوں میں برابر مصروف تھے، بلکہ پہلے سے بھی کئی گونہ بڑھک، ایک دن ایک جلسہ میں دیکھے ہوئے، اور کہنے لگے، کہ لغت ہو ہماری زیست پر اور صد لغت ہماری عقیدہ پر جہاں ہم تمام سے ایک کج ختم آدمی سیدھا نہ ہو سکا، جہاں ہم سب سے ایک محمد اسبق نہ سیکھ سکا، وہاں ہمارا جینا موت سے بدتر ہو گیا ایک آدمی بھی ہم میں ایسا نہیں جو ہمارے معبودوں کو اس جادوگر کے پنجہ سے بچائے، کیا کوئی پہلا جو ان بھی ایسا نہیں رہا ہے جو اس کے مقابلہ کو سامنے آئے، کیا کوئی جانا باز عرب ایسا نہیں ہو، جو قوم کی خاطر اپنا خون بہائے، یہ جوشیلی تقریریں جو لوگوں نے

جو یہ حق انصاف معلوم

سین، تو اون بے غیرتوں کی غیرت نے جوش مارا، نتیجہ یہ کہ اون لوگوں نے ایک بے گناہ کے قتل کا ارادہ ٹھان لیا، ابو جہل نامی ایک اجمل اس مجلس میں شریک تھا، کئے گھا کہ میں ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ چاندی اوس شخص کو انعام میں دوں گا، جو اس عہد کا سرکاٹ کر لاپیش کرے گا، اس پر ایک شخص فزعہ باسم گرامی عمرہ شجاعت کے جوش سے پر اور دلاوری کے نشہ میں چور ٹھٹھٹا ایک کراٹھا لٹکا کر کہ اسے کہہ دلو۔ بس میں اب تمہارے رو برو منہ بہ منہ کھڑا ہوں جو عہد کا سرکاٹ کر لاؤں گا، اب یا وہ نہیں یا میں نہیں،

یہ بات سن کر وہ بے شعور لوگ بڑے خوش و خرم ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب عہد سے ہماری غلصہ ہوئی، عمرہ اسورا جوان ہے، عہد اوس کے رو برو کیا جان ہے، قتل کے لئے ملے گا، یہ ایک وار سے اوس کے دو ٹکڑے کر آئے گا، اور اپنا اور اپنی قوم کا نام قائم کر جائیگا، جاہل ابو جہل اپنے زر کے زعم میں اور عمرہ اپنی فوعمری کے نشہ میں دو فون مرد میدان بن کر اس کام کو نکلے، قول و قرار تو ہمیں مجلس میں ہی ہو چکا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی قیمت ایک صد اونٹ اور ہزار سکہ مقرر ہو چکی تھی، اور شہرہ شجاعت علیحدہ، مگر مزید بخت و پز کے لئے یہ ہر دو خبیثوں کے سامنے آ حاضر ہوئے، وہاں اونوں نے قسم کھائی، سجدہ کیا، اور اپنی شیطنیت و شرارت کو اس طرح مزید پکا کیا، عمرہ نے حرم سے نکلتے ہی تلوار نیام سے کھینچ لی، اور شیرازت کیلئے نبی اللہ کے خون کی پیاس میں تشنہ لب آپ کے گھر کی طرف دوڑا،

بحرم عشق تو مارا کشند و غوغا بست تو تیر بر سر بام آ کہ خوش تماشا کن

اتفاقاً عمر کو راستہ میں ایک دوست ملا، اور اوس سے پرسان حال ہوا، کہ بھائی یہ کیا بھرا، عہد اپنی ہمت پر قتل کرنے کا قصد

تو چلا کہاں ہے، سچ بتایہ کس کی جان پہ آنہی ہے، اور تو نے کہاں کی ٹھانی ہے، عمر نے اسے
 ابو جہل کے جہالت کی کل داستان سنائی اور ساتھ ہی اپنے اونٹ اور انعام کی بات بتائی، وہ
 شکر کہنے لگا۔ کہ یہ تو سب کچھ دہشت ہے اور کیا، مگر محمدؐ تو پھر بھی ایک غیر شخص ہے، اوسے تو چاروں
 شہر کر بھگت لینا، تو بات کر پہلے اپنے بن ہنوی کی، جنکا اسلام تیرے خاندان کے نام پر دہیہ ہے،
 تو پہلے اپنے گھرواؤں کا بند و بست کر، جو ہر وقت محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں، اور خدا کا جپ کرتے ہیں
 جو تم کو یہ کام کرنا ہی ہے تو کیوں نہیں پہلے ان دونوں کا کام تمام کرتا، تمہارے کنبہ قبیلہ کی عزت
 رہ جائے، اور مسلمانوں کو بھی عبرت آجائے، عمر نے جویہ بات سنی تو اس کے تن بدن میں اک
 آگ سی بھڑک اٹھی، اوس کی غیرت اب انتظار زیادہ برداشت نہ کر سکی، اُنھیں قدموں لوٹا،
 اور سیدھا بہن کے گھر کاٹخ کیا، دوڑ آیا اور زور سے آکے دروازہ کھٹکھٹایا، بہن اوس کی آواز
 پہچان گئی، اوس نے جھٹ سے خبابؓ کو جو اوس وقت سوزہ طہ ان کو سنا رہے تھے، اندر پھینکا
 دیا، کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ عمرؓ تند مزاج ہیں، اور ہمارے ترک کفر کے بھی مخالف ہیں، ایسا نہ ہو کہ
 اسے قرآن پڑھتا یہاں دیکھ کر طیش میں آجائیں، اور خبابؓ مفت میں زیر عتاب آجائے، ہم سے تو
 پھر بھی وجہ بھائی بندہ سی شاید درلے کر جائیں، مگر اس کو کلام اللہ پڑھتا دیکھ کر جتنا نہ چھوڑیں گے
 چنانچہ خبابؓ کو چپا کے بہن نے آکے دروازہ کھولا، اور عمرؓ کی نظروں سے خون ٹپکتا جو دیکھا
 ادا دھر نظر نہ لیا تو ارپڑی تو ناؤ گئی کہ ابل آئی، مگر جہت کے میدان میں درانہ چوکی، کہنے
 لگی بھائی، مجھ سے ایک بات سن لو، پھر جو تمہاری مرضی ہو کرنا، عمرؓ نے کہا کیا، بہن کہنے لگی بھائی
 مقابلہ کا یہاں کوئی سوال نہیں ہے، تو میرا بھائی ہے اور میں تیری بہن، جو بھائی کی شمشیر کو بہن کے

سرسے غرض ہے تو یہ اوس کا اپنا مال ہے، سے حوالہ ہے، یہ کہا اور سر جھکا دیا، جو تجھے میرا غدر
سننے کی خواہش ہے، تو بل کا بل اس تو رکے کئے نہ چل، اپنی عقل کے چھ لگ، کہ تو عقلمند ہے،
میرا غدر سماعت کرو جو قابل پذیرائی نہ ہوا، تو پھر جو طبع چاہے کرنا، عمر نے حب یہ بات ہم سے
سنی تو ذرا جھجک گیا، تلوار نیچے کر لی، اور کہا کہ پھر بتا جلدی تو کیا کہتی ہے، وہ کہنے لگی۔ کہ تو ہم کے
گھر آیا ہے، کسی دشمن کے پاس تو نہیں آیا، ذرا تامل کر، بیان بشید اور حوصلہ سے سب بات سن
میری جان جاتی ہے تو جائے، مگر مجھے یہ انوس تو نہ رہے کہ تم نے مجھ سے منصفی نہ کی، یہ منکر عمر کا غصہ
درا اور بھی ٹھنڈا ہو گیا، اور بیٹھ گیا،

ہم بولی کہ بھائی عمر تقصیر تو میری ہی ہے کہ میں خدا اور اوس رسول پر کیوں ایمان
لائی ہوں، میں نے بتوں سے کیوں منع موزا ہے، بھائی اگر یہ جرم ہے تو مجھے اس سے اقبال ہے، یہ
یہ درست ہے میں نے ضرور ایسا کیا ہے، اور کفر سے توبہ کی ہے، اب بھائی، تو اگر تعصب کو دور رکھے اور
دل کے قانون سے سنے، تو میں تجھے ایک چھوٹی سی بات اسی سلسلہ میں کہتی چاہتی ہوں، وہ یہ کہ
اسے جان خواہر اگر وہ کلام جس سے میں اتنی متاثر ہوئی ہوں، کہ مجھے موت کا ذرہٹ گیا ہے، اگر
تجھے سنائی جائے اور تیرے دل پر بھی ایسا ہی اثر پیدا کرے، جیسا کہ اوس نے مجھ پر کیا، تو پھر بتا
کہ تو اپنے لیے کیا سزا تجویز کرے گا، کیا پھر بھی تو میرے قتل کا خون ناحق اپنی گردن پر لیگا،
بعد میں خدا کے نام پر جان دینے کو تیار ہوں اور مجھے مطلقاً موت کا ذرہٹ نہیں ہے، مگر تو بھی ذرا دہلیز
سوچ لے کہ خدا کے حضور میں اس کبیرہ کا تو کیا جواب دے گا، جس کا مرکب تو آج لوگوں کے
بھڑکانے سے ہوا جا رہا ہے، تجھے بھی خدا کے آگے جان دینی ہے، آخر تیرا بھی حساب کتاب ہوتا ہے،

تو اس قدر فاقہ نہ ہوا اور غلام روانہ رکھ، کیا تجھے یہ بھی خبر ہے کہ میں بھی آخر کسی کی چاکر ہوں، اور کوئی اس بندی کا بھی مالک ہی، اسے میرے پرانوں سے پیارے بھائی، اگر تو در قیامت کو اپنی رہائی چاہتا ہو تو خدا کے کلام کو سن، تو بڑا بہادر ہو اور دن بھر، مگر میں مانوں تب، جو تو اسے گوش ہوش سے سنتے ہو، مقابلہ کی تاب لاسکے، اگر تجھے کسی وجہ سے اس کے سننے میں کوئی تامل ہو رہا ہو تو کم از کم اپنی پیاری بہن کی خاطر جس کی جان لینے کو تو شمشیر برہنہ بیٹھا ہو، سن تا کہ اسے یہ ثواب تو پہنچ جائے کہ اس نے کلام اللہ اس شخص کو سنایا، جو کلام اللہ پر ایمان لانے کی خاطر اس کی جان لینے آیا تھا، میرے عموں ہی میرا غدر ہو، میری جان کے لئے وہ اپنی عاقبت کی خاطر کلام اللہ کو سن، اور اللہ سے ڈر،

عکاس کلام اللہ

عمر نے جو یہ گفتگو سنی، تو دنگ ہو گیا، کہ یہ کیا بات ہو، اہل اس کے سامنے کھڑی ہو، مگر اسے اندیشہ نہیں، میں اس کا تسلیم کرنے آیا تھا، یہ مجھے پند نصیحت کر رہی ہو، کسی اللہ کا نام لیتی ہو، کسی کلام اللہ کا ذکر کرتی ہو، وہ آخر کیا شے ہو، جس نے اسے اتنا اطمینان قلب عطا کیا ہو، اور اتنا دلیر کر رکھا ہو، بھلا وہ ہو کیا، دیکھو تو سہی، بہن سے کہنے لگا، اچھا مجھے سناؤ، اس نے خواب کو اندر سے نکالا اور اس نے سورہ طہ پڑھنا شروع کر دیا..... کہ قرآن اس کے پاس سے اُترا ہو، جس نے یہ زمین اور اونچے اونچے آسمان پیدا کیے ہیں، وہ رحمت والی ذات جس کا عرش برین پر راج ہو، وہی خالق اور وہی مالک ہو ہر چیز کا، جو آسمانوں پر ہے جو زمین پر ہے اور جہان کے درمیان ہو اور جو کہ خاک کے تلے ہو، اسے انسان تو منہ سے بول یا نہ بول، وہ بھید و فکر اور بھید و سن سے بھی زیادہ چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہو، وہ تمام کائنات کا خدا ہو، اس کے سوا

کوئی ممبر نہیں، دنیا میں ہر ایک خوبی اور نیکی اُسی کے نام سے ہے.....
 وہ گھڑی آنے کو ہے جو غینے سب لوگوں سے پوشیدہ رکھی ہے، وہ جزا کی
 گھڑی ہے جب کہ ہر روح جیسا کریگی، ویسا بھرے گی، دیکھ۔ وہ شخص جو اس پر یقین نہیں لاتا،
 اور جو اپنی نفسانی خواہش کا فلام بن رہا ہے، کہیں تجھے راہ حق سے نہ روک دے، اور تیری
 تباہی کا باعث نہ ہو جائے..... عمر یہ سن ہی رہا تھا کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تلوار اوس نے
 نیام میں ڈال لی، اور بے اختیار کہنے لگا، کہ بہن، یہ کیا حقیقت ہے، اس میں کوئی بعید ضرور ہے،
 ان بتوں سے اپنا بت نہیں بننا، یہ زمین و آسمان یہ نبی نوع انسان کس نے بنائے ہیں، یہ کلام
 انسانی نہیں ہے، یہ کچھ اور ہی ہے، میری بہن تو میری خطا مان کر، اور میرے قصور سے دگرد
 کر کے اب کچھ ہوا جا رہا ہے، میں کیا جانوں یہ کیا ہے، میں کیا کرنے لگا تھا، تو بہ میری، تو بہ،
 بہن اٹھ چل اور مجھے لے چل اُسی کے پاس جس نے یہ کلام تم کو بتایا ہے، اور یہ روشنی تم کو
 دکھائی ہے،

اس پر یہ لوگ آنحضرت صلیم کے گھر کی طرف روانہ ہو پڑے، وہاں پہنچے، اور جادووازہ
 نکلتے نکلتا، کئی ایک اور آدمی بھی یہاں موجود تھے، اور ان سب کو علم تھا، کہ عمر آج سرورِ عالم کا
 سر کاٹنے کو تیار ہے، مگر گھڑی ہے کہ بل، آیا کہ آیا، جو ہیں کہ انھوں نے آہستہ آہستہ،
 سب گھبرا گئے، اور چپ ہو کر رہ گئے، آنحضرت صلیم خود اٹھے، اور جا کے دروازہ کھولا، اور
 عمر کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا، کہ عمر آخر کب تک تم میری جان کے قصد میں رہو گے، اور عمر کو
 دیکھتو وہ گویا ایک تصویر ہے جان، دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے، آنکھیں زمین پر لٹکائے،

عمر کا شرف پہلا چہرہ

کھڑا ہے، بولنا چاہتا ہی گھر طاقت گفتگو نہیں رکھتا، عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑنے کو ہی
 کہ آپ نے جھٹ سے اُسے گلے لگا لیا، اور پیشانی پر بوسہ دیا، اب جو عمر نے آپ کو روشن ضمیر نگاہ
 سے دیکھا تو اوس پر حیرت حسن اور رعب رسالت سے ایسا مسکتہ طاری ہوا کہ دیر تک تو اس کے
 منہ سے بات ہی نہ نکل سکی، جو جو حرکات اوس نے کی تھیں، سب اوس کے سامنے ایک ایک کر کے
 آگئیں، پیشانی نے پسینے پر پسینے شرم کے بہائے، اور دیر تک حوصلہ و ہمت جگہ پر
 نہ آئے، آخر حیب دل نے ذرا فرار پر گہرا اور طبعیت ٹھکانے پر آنے لگی، تو عمر نے آپ سے مخاطب
 ہو کر بول کر کہا، کہ یا محمد، تو نے مجھے کیا کر دیا، تیرے کلام میں کیا جادو ہے، اور تیری زبان میں
 کیا تاثیر مجھے آج وہ آنکھ نصیب ہوئی ہے، جس سے میں تیرا حسن و جمال دیکھوں، اسے شاہ حسن
 تو نے تو میرا دل لے لیا، مجھ میں اب وہ تاب و توان کہان کہ میں کچھ کہہ سکوں، مجھ پر نگاہ تو رحم کر
 فتنہ انجیر مشوکا کل مشکین کنشای
 کتاب زنجیر زار و دل ویرانہ ما
 گر کثیر آید و پسند کہ جو رب تو کیست
 گویم انکس کہ در بود این دل دیوانہ ما
 آپ نے حضرت عمرؓ کو دین مسلمان کیا، عمرؓ کے بیعت کرنے سے مسلمانوں کا رسوخ اور بھی
 بڑھنا شروع ہو گیا،

ان ہی ایام میں ایک اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آگیا، حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں
 چچا تھے، اور آپ سے بہت مانوس تھے، ایک دن حمزہؓ ٹھکا رکھیں کہ جو داپس آئے، تو لونڈی
 نے کہا، صاحب، آج ابو جہل نے ایسے ایسے فحش کلمات محمدؐ کو کہے ہیں کہ مجھ سے تو سنا بھی نہ جاتا تھا
 وہ بیچارہ بولا تک نہیں، اوس نے زبان تک نہ ہلائی، آفرین ہے اوس کے حوصلہ پر، اوس نے

حمزہؓ و حضرت باسلام ہیں

اُن تک نہیں گئی، مین تو مر کے مٹی ہو گئی، کہ ہمارے عہد کو یہ تناذ لیل و سوا کرین، اور ہم پاس
 دیکھا کرین، بھلا اوس عاجز کا قصور ہی کیا ہو، اور اوس نے ابو جہل کا بکاڑا ہی کیا ہی، حمزہ کو یہ
 سکر بڑا رنج پیدا ہوا، اور اسے استدر طیش آیا کہ غصہ کا بھوت اوس کے سر پر سوار ہو گیا، اُس نے
 نہ حیل کی نہ جہت، سیدہ ابو جہل کے گھر کی راہ لی، اور وہاں پہنچ کر ترکش سے ایک تیز کال کائی
 جوڑا ایسا کچھکرا مارا کہ اُسے زخمی کر کے چھوڑا، اور اوس سے کہا کہ تو نے کیا گھنڈا اپنے دل میں
 بنا رکھا ہے، تجھے خبر نہیں کہ محمد میرا برادر زادہ ہے، اور تو جانتا نہیں، کہ مین بھی محمد پر ایمان لے
 آیا ہوں حمزہ نے وہاں سے واپس آکر تمام واقعہ آنحضرت صلم کو سنایا اور اپنا اسلام قبول کرنا بھی
 بتایا، رسول اللہ صلم یہ خبر سنا کر ہنسا ہوا، کہ حمزہ جیسا بار سوخ آدمی امت میں شامل ہو گیا ہے،
 حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شمولیت سے جماعت اسلام کو بڑی تقویت پہونچی، کیونکہ یہ دونوں
 بڑے رعب و رسوخ والے شخص تھے، عمر بڑے دلاور تھے، اور دل کے بڑے ہی دلیر تھے، ایک
 دن عمرؓ نے آپ سے کہا کہ اب تک تو مسلمان ہمیشہ کفار سے چھپ چھپ کر ہی رہتے رہے ہیں، اور
 ڈر ڈر کر ہی اپنا وقت گزارتے چلے آئے ہیں، مگر اب یہ نہیں ہونے کا، ہم کو ناز خانہ کعبہ میں پڑھنی
 چاہیے، کفار اپنا دین باطل تو نہ چھپائیں، اور مسلمان اپنا دین حق چھپا دیں، یہ نامناسب ہے،
 آنحضرت صلم نے کہا، اچھا عمر، وہیں پڑھینگے، چنانچہ تازہ دین پڑھی گئی، مگر اب جھگڑا اور بھی بڑا
 ہو گیا، اور مخالفت کی آگ زیادہ زور شور سے بھڑک اُٹھی،

بنی ہاشم کے قبیلہ کے لوگ جن مین سے کہ آپ خود بھی تھے، آپ کی بڑی پاس خاں کرتے

تھے، اگرچہ مین چند ہی شخص ان مین سے تھے جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول کیا تھا،

گردہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے، کہ دوسرے قبیلہ کے لوگ اون کے قبیلہ کے ایک شخص کو
 بری نگاہ سے دیکھیں یہ تقاضا بمبائی بندی کا تھا، اور حسیت خاندانی اس پر عبور کر تی تھی، مگر
 اہل قریش اس دھڑداری کو بڑا مایوس سمجھتے تھے، بات بڑھتی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا
 بجائے شخصی کے اب خاندانی ہو گیا، ایک طرف تو بنی ہاشم اکیلے، دوسری طرف باقی کل قریش
 قریش والوں نے لکڑی ہاشم کو نکال دیا، اور مقام شیب میں اون کو نظر بند کر دیا، اور بالاتفاق
 اون کی مخالفت پر کرماندنہی اور قسم کھائی، بلکہ ایک اقرار نامہ لکھا، کہ جب تک بنی ہاشم محمد کو ہمارے
 حوالہ بزم قتل نہ کر دیں گے، تب تک ہمارا اون سے قطع تعلق رہے گا، نہ کوئی اون کے ساتھ کھائے
 پئے، نہ کشتہ ناٹ کرے، اور نہ اون کے ساتھ کا وہاں کرے اور نہ اون کے ہاتھ کوئی چیز فروخت
 کرے، جو غلات و زری ان شرائط کی کرے، اُسے ذات برابری سے خارج کر دیا جائے،
 اس عہد نامہ پر سرکردہ اشخاص کے دستخط ثبت کر اے گئے، اصل کاغذ خانہ کعبہ میں آویزاں
 کیا گیا، اور نقل اس کی ابو جہل کی غلام کی تفویض میں رکھی گئی، تاکہ اس نئی حرکت کو بھی اُسی
 جاہل کے خاندان سے نسبت رہے، یہ شیب کی شرارت و تون چلتی رہی، اور اس سے کیا کیا
 اذیت بچارے مسلمانوں نے نہ سہی، مسلمان تو بجائے خود رہے، اون کے خویش و اقارب نے
 بھی ہجرت کی، اور تو اور رہا، چاہ چشموں سے ان کے لئے پانی لینا مصیبت ہو گیا، الغرض شیب کی
 بستی میں قریش نے قحط ڈال دیا، اور ہر طرف سے ان کا ناکہ بند کر دیا، بعض رحم دل جو بنی ہاشم
 کے بچوں کو بھوکہ پیاس سے لاچار دیکھتے اور شیب کو اون کا بلا نا پڑوس میں سنتے، تو
 ان کے کلیے اہل اُٹھتے، آخر قریش کے چند اشخاص کو اون کی گئی گواہی عقل نے پھر نیکل

آدکھائی تین سال کے بعد ایک نیک نام نامی ہشام مرویدان سامنے آیا، اور اس نے
 ان سب کو اور بالخصوص اوس بدکن ابوہل کو خوب ڈانٹا، کھنے لگا۔ کیا یہی تمہاری انسانیت
 ہو، کہ یہ بچے تمہاری آنکھوں کے سامنے بھوکے مرا کرین، اور تم عیش و آرام سے رہا کرو، اور عظیم
 کیا ہو، اور کس قصیر کے یہ لوگ مجرم ہوئے ہیں، اور کب ان کی سختی معاف ہوگی، یہ کیفیت منکر
 چند ایک اور آئی بھی اس راستے کی تصدیق میں اوس کے شامل ہو گئے، اس بات پر اب
 سب طرف سے قیل و قال ہونی شروع ہو گئی، چنانچہ ایک دن بزرگ ابو طالب نے آگے کہا
 کہ بھائی تم وہ کاغذ منگو اور جس پر یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا، اور جس میں محمد کا اور اوس کے خدا کا
 اور باقی سب چار تم ہے، جو عہد نامہ تم لوگوں نے لکھا ہو، اوس میں کیڑے لگ گئے ہیں،
 نام خدا کے سوائے اور کوئی حق پڑنا نہیں جاتا، محمد نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہے، اوس پرچہ کو
 طلب کرو، اگر یہ بیان سچ نکلے، تو ہم لوگوں کو رحمت سے نکالو، اور غلط نکلے تو عہد کو ہلاک کرو، عہد نامہ
 منگو یا لیا اور دیکھا لیا تو آنحضرت صلیم کا کہنا صحیح پایا گیا، اس پر بہادر ہشام اور چارہمہم
 اوس کے خیال تھے، بول اُٹھے، کہ یہ تمام کاغذ بچر ہے، اور یہ سب تحریر لغوی ہے، ہم کئی بائند اس
 تحریر کے معین ہیں، کاغذ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا، اور ابوہل منہ دیکتا رہ گیا، تین سال
 گزر جانے کے بعد ان کو اپنی نوشت و تحریر کی لغویت سمجھ میں آئی، اور بے گناہ بے قصیر سلطان
 کے بچوں نے عذاب موت سے نجات پائی،

اسی زمانہ میں حضرت خدیجہ نے منزل دنیا سے کوچ کی طیاری کر لی، اور آپ کو اور
 دلی رفیق سے عمر بھری جدائی پڑ گئی، وقت آخر آ پہنچا، اور طائر روح جسم سے پرواز کر گیا،
 حضرت خدیجہ کی رحلت

خونین کو ام المؤمنین کی وفات کا بڑا بھاری صدمہ گزرا، مگر سیدہ السلیں کے دل پر جو صدمہ
 مسلم اول کے گزر جانے سے ہوا، اوس کا رقم کر اقدرت قلم سے باہر ہے، جو چٹ نبی اللہ کے
 دل پر اوس پاک روح کے گزر جانے سے پہنچی، جس نے تمام عالم میں سب سے پہلے اوس کی
 نبوت تسلیم کی تھی، اوس کا بیان تو طاقت انسان سے بعید ہے، جس حبیب خدا کا خدیجہ ما محبوب
 اوس کے پہلو سے کنارہ کو لگایا ہو، اوس کے غم و اندوہ کا تذکرہ بشر کے مقدور سے دور ہے، اس
 موت سے یک قلم آپ کے سر پر ایک کوہ غم آٹوٹا، اور یہ لازم تھا، کیونکہ خدیجہ بڑے پایہ کی رفیق
 اور بڑی خوبی کی بی بی تھی، خدیجہ وہ تھی، جس نے اپنا زوال اپنا جاہ و جلال الغرض سب کچھ
 اوس ماہِ جمال پر تصدق کر دیا تھا، اپنے پر تیم تپی کے چین کو اپنا سکہ اور اوس کے درد کو اپنا دکھ
 بنالیا تھا، اپنے پر انون سے پیارے پایا کی پوجا اپنا دھارن و دھاریہ تھا، اسی خدیجہ کی دنیا سے
 رحلت اگر آنحضرت صلیم کی خوشی کی رحلت نہ ہوتی تو کیا ہوتی، ملکہ آنجنابی کی یاد اوس شدہ و عالم
 کے صفحہ دل پر اسی نقش ہوئی، کہ بھرا اپنی موت کے ساتھ ہی مٹی، آپ خدیجہ کو بڑی بھاری عزت
 کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور کہا کرتے تھے، کہ دنیا میں چار عورتیں نہایت اعلیٰ درجہ پا چکی ہیں،
 حضرت عیسیٰ کی ان مریم، فرعون کی میوی آسیہ، آنحضرت صلیم کی ملکہ خدیجہ، اور آنحضرت
 کی لڑکی (خدیجہ کے لطن سے) فاطمہؑ،

خدا کی قدرت، مصیبت پر مصیبت نے آمند دکھایا، اسی سال بزرگ ابوطالب بھی راہی
 ملک عدم ہو گیا، وہ داد کا جانشین اور باپ کا قائم مقام چلتا ہوا، وہ یتیم کا والی اور مالک
 سرپرست بھی روانہ ہو گیا، وہ غمخوار و غمگسار چچا بھی چل بسا، کیا یک آپ کے دل کو درد نہ لگتا

ابوطالب کی دعا

اور طبیعتِ قلعی نے قابو پا لیا، دل میں بار بار یہی خیال آتا، کہ میرے لیے میری دلدار خدیجہ اور میرے جان نثار چچانے کیا کچھ نہ کیا، کیا جان کی راحت اور کیا تن کا آرام سب ہی کچھ انھوں نے چھوڑا، مگر عمر بھر دفاتے نہ نہ موڑا، کیا آج میں اس جگہ بغیر اون دلدادون کے ہوں، ارمانِ صد ارمان، اب میرے دکھ میں کون روئے گا، اور کون میرے درد میں شریک ہوگا، ایک زمانہ میرے ساتھ جنگ و جدل پر ہی، اور ایک دنیا میرے قتل پر آمادہ، اب کون میرے دکھ کو لکھ سہارہ دے گا، اور کون اس آتما کی دھارس بنے گا، مولادو،

آپ نے کچھ تھوڑا وقت تو جون توں کر کے گزارا، مگر تباہ کے، مشرکان کہنے جواب آپ کو نبی اللہ کا طائف جانا بالکل اکیلا پایا تو اس وقت کو غنیمت جانا، اور طرح طرح کی نعمتی اور نقدی پر آمادہ ہو گئے، ہر خند آپ نے حوصلہ و ہمت دکھائی، مگر غلغلت بڑھتی ہی نظر آئی، آخر آپ نے ایک روز یہ ارادہ کیا کہ اس جگہ کا قیام ترک کر دیا جائے، اور اپنا ٹھکانا کمین اور بتایا جائے،

بمصفیان جن ہم سے چمن چھوٹے ہے ہائے اسے شامِ غریبان کہ وطن چھوٹے ہے آپ نے اب شہر طائف کا رخ کیا، کہ وہاں جلیں اور چل توحید کی تبلیغ کریں، وہاں میں سوچا کہ اس وقت کر کے خیر ارضی میں وحدانیت کی قہم ریزی ایک تو ایسا گناہ ہے، دوئم بیان اب ٹھہرنا بھی ناممکن ہو جا رہا ہے، طائف کو جلیں، اون لوگوں کو کلامِ اتمی سنائیے اور جو وہ دن کہ سے باہر گزر جائیے، وہ غنیمت ہونگے، ان ظالموں کے پنجے سے کچھ تو نجات ملے گی، مشرکان کہنے پہلے سے ہی طائف میں خبر پہنچا دی، نہ فلاں فلاں شخص آ رہا ہے، تم خبردار رہنا، جو تم کو اپنی اور اپنے مہبودوں کی کوئی عزت و توقیر منظور ہے، تو اس شخص کو نزدیکی نہ آئے دینا،

جو تم کو ہم سے باہمی اتفاق رکھنے کی غرض ہے، تو عہد کو داخل شہر نہ ہونے دینا، یہ شخص باریک بینی سے
 ہے، اور وہ کھر جا دو سے اسے ہر وقت کام ہے، جو کوئی اس کی بات سن لے گا، وہ دوسری کاہور سب کا
 خبردار رہنا اور اسے پاس نہ آنے دینا، یہ خبر کیا پہنچی کہ وہ ان تو لڑائی کی طیاریاں شروع
 ہو گئیں، ہر کسی نے یہی سمجھا کہ یہ تو کوئی بلا آرہی ہے، سب اکٹھے ہو گئے، اور لڑائی کے لئے ڈٹ
 گئے، ایک رسول خدا ایک طعن، اور تمام طاقت دوسری طعن، ایک کا علاج دوسرا ہے، بھلا
 جہاں دو تو دور ہے، اکٹھا دو مسوا انسان اور کھڑا ہو، اور انسان بھی کیا، حیوان سے بدتر
 وہ ان کوئی کیا کرے،

لوگ اونچی دیسیوں، چوٹیوں پر چڑھ گئے، اور اینٹ پتھر، تیر کمان لیکر مورچہ بنا کر بیٹھ گئے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں پہنچے پر ایسی بارش برسائی اور طغیوں کے طغیوں سے ایسی ذلت کرائی، کہ
 آپ کو وہاں سے اٹھنا ہی ہوتا پڑا، آپ شہر چھوڑ کر واپس باہر نکل آئے، اور ایک درخت کے
 نیچے آجناہلی، آپ کے جسم کے زخموں سے خون جاری تھا، اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے،
 آپ نے دعا کی تھی، ہاں تھا، اور بارگاہ باری میں التجا کی،

آہ دہی کیسے بھی ان جاہل کے سنگ دیہک کے من کو نہیں جل جل مے پتنگ

اے میرے مولایمیری مدد کر، میرے کارساز، میرا نگہدار، کام بنا، مجھے ذلت سے بچا، کہ میں بہت ذلیل
 ہو چکا ہوں، تو بندہ نوازی کر، کہ میں تیرے کتر بندوں سے ہوں، اے پاک ذات تو میرے گناہوں کو
 چشم پوشی کر کہ میں مستحق چشم پوشی ہوں، کہ یہ عہد بہ نظر کرم کہ میں مٹی کی مومن، اے خداوند
 میں اپنے نقص و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں، مجھ میں ہمرکی

طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے، مجھے اپنی شکل مل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی، میں اب سب لوگوں میں ذیل و سوا ہو گیا ہوں، اسے خداوند عالم، تیرا نام ارحم الراحمین ہے، عاجزون کی عذر پذیری اور مظلوموں کی دستگیری تیری خاص صفت ہے، اسے پروردگار تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہے، اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہر دم اُمیدوار، میں نہایت تصور دار ہوں، لیکن اسے حیم تیرا رحم میری تقصیرون سے بہت زیادہ وسیع ہے، تیری رحمت کا نور دین دنیا کی تاریکیوں کا دور کرنے والا ہے، یہ طاقت تیرے سوائے اور کسی میں نہیں۔

تا ابد یارب از تو من لطف ہا دارم اُمید	از تو گرا اُمید بُرم از کجا دارم اُمید
ز ستم عمرے بسی چون دشمنان دشمن گیر	بیوفائی کردہ ام از تو وفا دارم اُمید
ہم فقیرم ہم غریم مکیں و بیمار و زار	یک قدت زان شربت دار افتاد اُمید
نا اُمیدم از خود و ز مجملہ خلق جہان	از ہمہ تو میدم اما از تو میدارم اُمید
نتہائے کار تو دارم کہ آفریندن است	ز انکہ من از رحمت بے نتہا دارم اُمید
ہر کسے اُمید دارد از خدا و جز خدا	لیک عمرے خدا کہ از تو من ترا دارم اُمید
ہم تو دیدی من چہا کردم تو پوشیدی ز لطف	ہم تو میدانی کہ از تو من چہا دارم اُمید
روشنی چشم من از گریہ کم خدا صلیب	این زمان از خاک کویت تو یاد اُمید

دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں سے پرد میں آیا، خستہ و خوار ہوا، کہ چہ وباز از من تہی ہوا واپس کہ اس سے تو بہتر ہے کہ میں واپس نہ کوئی جاؤں، کہ آخر اپنا وطن اور باپ دادا کا مسکن ہے، حرم کی زیارت کروں گا، اور طوائف کی عزت سے مشرف ہوں گا، جب طائف کے لوگوں کے نصیب میں

کلام آگہی سننا ابھی نہیں لکھا ہے، تو پھر یہی مناسب ہے کہ میں گھر کی راہ لون، اور میں بیت اشد
چھوڑ کر کہیں جاؤں بھی کیوں، وہ میرے خدا کا گھر ہے، وہ میرے مومن کی گری ہے،

گفت مشوئے عاشق اسے نفی تو بغیر دیدہ بس شہرہ

پس کدائے شہزادانِ خوشتر است گفت آن شہرے کہ دوسے دہر است

آنحضرت صلعم کو کبھی علم تھا کہ جانا بھی اب کوئی سہل کام نہیں ہے، بڑی بے عزتی کا سامنا ہوگا
دشمنوں کی نظروں میں بے حرمتی دے تو قیری ملحدہ اور دلقون آشادوں سے بے رخی دے قسطنطین
جد، مگر آپ نے عثمان لی، کہ جانا نہ کہو ہے، چاہے کچھ بھی ہو، چلنا پریم نگر کو ہے، خواہ کوئی بھی مصیبت
آئے، جانا دیا رولبر کو ہے خواہ کسی بلا سے بھی معاملہ پڑے،

تو اپنے شیوہ جو روجھلے مت گذرے تری بلا سے مراحم کرے رہے نہ رہے

کفار مکہ نے بھی اوجھلے غفلت پر کمر باندھ لی، کہ جب بھی ہو، اب اس شخص کو داپس شہر میں داخل
نہ ہونے دو، اور نصیحت کیا پتہ تھا، کہ اسی شہر میں اس شہر بدر کو تاجدار شہر ہو کر کبھی داخل ہونا ہے،

نہ اون کو یہ ہی علم تھا، کہ اسی کے نام سے شہر کو شہرہ آفاق بننا ہے، الغرض جب آپ مکہ کے قریب و
جوار میں آ پہنچے، ادا آپ کو مکہ والوں کے اس منصوبہ کا پتہ لگا، تو آپ نے یہی مناسب خیال کیا کہ

قبل اس کے کہ شہر وارد ہو جائے، ان لوگوں سے ایک استدعا کی جائے، ممکن ہے کہ اس سے
یہ تنازع رفع دفع ہو جائے، آپ نے ایک آتے جاتے کے اقد شہر والوں کو یہ کہلا بھیجا، کہ میں اس

شہر کا باشندہ ہوں، اور باپ دادا سے میرا یہ مسکن ہے، سب لوگ مجھے جانتے ہیں، میں امید کرتا ہوں
کہ کوئی نہ کوئی آپ سے مجھے اپنی چاہ میں لے لے گا، اور میرا ضامن ہو جائے گا، میں یہ یقین دلاتا ہوں

کہ میں کسی سے کچھ نہیں کہو تھا، نہ آپ کے دین میں میں غل ہوں گا، البتہ اپنے پر تیم کا پر چار کر دوں گا۔
 اگر کسی کو اس سے کوئی ہرج نہیں ہوگا، مصیبت میں بھلا کون کسی کا ساتھ دیتا ہو، مخالفت تو
 درکنار، خویش و اقارب کا لہو بھی سفید ہو گیا، واقف آشنا بھی منہ موڑ گئے، اور اپنے پر اے
 سبھی چھوڑ گئے، کوئی سامنے نہ آئے اور بار ضمانت نہ اٹھائے،

بھلے آدمی کی قلت تو دنیا میں ہر جگہ رہتی ہے، اور عرب میں تو فطال الرجال تھا، مگر پھر بھی
 اللہ کار ساز ہے، ایک شخص مطعم نام مرد میدان سامنے بھلا، اونٹنی پر چڑھ کر اوس نے مکہ میں
 کوچہ کوچہ متا دی کر دی، کہ دیکھو لوگو سنو، محمد بن عبد اللہ صبح سے میری پناہ میں آ گیا ہے،
 خبردار کوئی اُسے اب سے بُرا بھلا نہ کہے، میں اوس کا ضامن ہوں، یہ بھی کسی کو کچھ نہیں کہے گا،
 مذہب اس کا اپنا ہے، ہمارا دین اپنا، نہ اسے ہمارے بتوں سے کچھ تعلق ہو، نہ ہم کو اس کے خدا سے،
 مگر یہ سن لو، جو شخص اس کو ناحق ستائے گا، وہ منہ کی کھائیگا، اس ذمہ داری پر آنحضرت معلّم
 کو تو آگئے، مگر بدشعار اور بدکردار لوگ آپ مطعم کے درپے ہو گئے، اور بات بات میں اوس سے
 لوک جھوک کرنے لگے، آئے دن ایک نیا جھگڑا اور روز ایک نیا فساد، ضامن غریب کا اونٹن
 ناک میں دم کر دیا، رسول کی رسالت بھلا یہ کب برداشت کرے، اور نبی کی نبوت کہاں
 گوارا کرے کہ مطعم سا ایک عمن ناکہ دینی الزام میں روز گردانا جائے، اور یہ سب کچھ آپ کی
 خاطر، آپ نے ایک دن صبح فجر دم فور کے تڑکے بر سر راہ کھڑے ہو بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا
 کہ بھائی دیکھو۔ کوئی مطعم سے میری خاطر جھگڑا نہ کرے،

بوجہ عداوت کا منرا دار تو میں ہوں اور وہ یہ کہ کیوں ظلم نگہگار تو میں ہوں

مطمئن کا کچھ ذرا بھی قصور نہیں ہے، جو بھی ہے میرا پناہ ہے، میں اب اوس کی پناہ سے نکل آیا ہوں، میں اب اوس خدا کے واحد کی پناہ میں ہوں، جس کے لیے تم میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہو، تم کو اب واضح رہے، کہ میں اب صرف اوسی کے زیر سایہ ہوں، وہی میرا درگھارا بنانے والا اور ہم سب کی جان لینے والا ہے، عاقبت کے روز سب کو وہیں حاضر ہونا ہے، اور اپنا اپنا حساب کتاب دینا ہے، جب تک حکم ربی نہ ہو، تم میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، جب تک مرضی مولا نہ ہو، تم میرا بال تک بیکانہیں کر سکتے، اب میں تم کو اچھی طرح آگاہ کر دیا ہوں، مطلع رہو اس سے، اس دلیرانہ کلام اور جوا نردانہ گفتگو کا اثر بے مثل ہوا، لوگ ہشت کھائے اور بکے ابتر تواضع ان گھڑ سوتے، سمجھ بوجھ کچھ نہ رکھتے تھے، مگر بعض بعض اشخاص اب وقتاً فوقتاً اس سوچ میں پڑ جاتے تھے، کہ کھٹکا خدا کیا ہے؟ جس کا اتنا بھروسہ اس شخص کو ہے، یہ لڑکا تیرم ہوا کرتا تھا، اس کی کوئی پوچھ تھی نہ پر تھی، نہ اسے پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا، اب یہ کیا ہے کیا ہوا جا رہا ہے، آئے دن نئے مسئلہ نکالتا ہے، عالم فاضل بتا چلا جاتا ہے، اب اس کی بات دیکھو کس وضع کی ہے، اور یہ گفتگو کس ڈھنگ کی کرتا ہے، یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے،

یتیمہ نہ ناکر وہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بست

سرور طفیل کا

ایمان فا

اسی اثنا میں ایک بڑا بھاری ذمی عزت رئیس طفیل نامی اپنے کام کاج کے لئے ملکہ میں آیا، لوگوں نے اوس کا بڑا استقبال کیا، اور اوس کی بڑی خاطر تواضع کی، باتوں ہی باتوں میں اوس سے یہ تذکرہ بھی آگیا، کہ یہاں ہم میں ایک شخص محمد نام ایسا پیدا ہو گیا ہے، کہ اوس نے اپنے باپ دادا کا نام بدنام کر دیا ہے، اور ہمارے آباؤ اجداد کی عزت خاک میں ملا دی ہے۔

خانہ کعبہ کے بت جنکا دیا ہم کہاتے ہیں اور جن کے سایہ تلے ہم رہتے ہیں، اون کی یہ تو بین کرتا ہوں
 اور اپنے پرانے کسی کی نہیں سنتا، طفیل نے کہا، کہ آخر اوس کا اپنا دین کیا ہے، اور اوس کا
 اعتقاد کس پر ہے، لوگوں نے کہا، کہ وہ ایک کا ذکر کرتا رہتا ہے، کہ یہ تمام دنیا اوس نے بنائی ہے
 اور وہ سب کا مالک ہے، آسمان اوس کے ہیں زمین اوس کی ہے، وہ ایسے ڈھکوسلے جو تار بتا
 گھر ہم لوگ تو کان بند کر لیتے ہیں، اور حق الامکان اوس کی آواز اپنے تک پہنچے ہی نہیں دیتے،
 آپ ہمارے شہر میں قشرفیل لائے ہیں، ذرا محتاط رہنا، وہ بڑا جادوگر ہے، اور اوس کا نام
 سحر سامی ہے، جو ایک دفعہ سن پاتا ہے وہ اُسی کا ہو جاتا ہے، خدا کی نشان دہی کرتا رکے کارن
 ایک دن ایسا سبب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ رہے تھے، کہ طفیل پاس سے گذرا، وہ
 ہٹ و حرم اور متعصب آدمی نہ تھا، ہر چند مشرکین نے اسے ہدایت کر دی تھی۔ مگر وہ سنسنا ہی
 رہا، اور کچھ ایسا نشانہ کلام اللہ سے ہوا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناز و ظیفہ سے فارغ ہو کر
 گھر کو چلے، تو یہ بھی پیچھے پیچھے چلا گیا، آپ بہت تیز رفتار تھے، اسے راستہ میں تو موقع ہی
 بات کا نہ ملا، جب آپ گھر پہنچے، تو طفیل سامنے جا کے دوڑاؤ بیٹھ گیا، اتنا بڑا امیر جاہ و جلال
 والا، مگر اُسے بوش تک نہ رہا، کہ ایک تو نگر کس غریب و مفلس کے سامنے کس طرح سوال کے لیے
 آ بیٹھا، اُسے آئی و من پریم کی اور لگی لگن پر تیم کی، عشق اللہ نے اوس کے اندر آجوش و
 اور من محبت کی مستی سے سرور ہو گیا،

تم از صحبت ولادت دست

خطیب و قاضی و خاں دست

دل ز بادہ جبار شد مست

بی خانہ گذر کردم چو دیم

ازین سے جرمہ یا کان چشنیدند جنید و شبلی و عطار شد مست
گلستان ارم را میر کرم چو دیدم سرسبز گلزار شد مست
ازین سے جرمہ داؤد بمنصور انا الحق میرودیرا شد مست
بروح پاک شمس الدین تبریز کہ کلا بر سر باز ارشد مست

طفیل نے عرض کی کہ اے محمد عربی، یہ تو نے مجھے کیا کر دیا، تیری آواز میرے کانوں پر پڑی اور میرا ہوش و خرد بے گئی، میں تیرے پیچھے دوڑا دوڑا آیا ہوں، اور اب تیرا رجھوڑنے کا نہیں، لوگ کہتے ہیں، کہ تو جادو گر ہے، جو تجھ سے ملتا ہے، وہ تیرا ہی ہو جاتا ہے، بس وہی ہوئی یہ کلام جو تو نے پڑھا، وہ میرے دل میں گھر کر گیا، بتا تو یہ کیا ہے، مجھے سب کچھ سمجھا، مجھے اپنا خدا دکھا، ضرور کوئی اللہ ہے، اور بالفرد تو اوس کا رسول ہے، رسول اللہ تو میری طرف نگاہ تو کر، آنکھ اٹھا کے میری طرف ذرا دیکھ تو سہی، مجھے اب تیری روشنی میں تو نظر آنے لگا ہے، اے شیشہ خبر برد، تیری خوبی کی جناب میں ایک بے نواگد اوست سوال دراز کئے ہو، دے اسے زکوٰۃ حسن کی، اپنے خدا کے نام کی،

ببین وقتا سنگد لاله عذرا خوش کن بجکا ہے دل غدیدہ مارا
من چون گذرم از سر کوئے تو کہ آنجا یار اسی گزشتن بنو باد صبارا
جامی کند جز ہوس بزم تو لیکن در حضرت سلطان کہ وہد بار گدارا

طفیل صیانا می گرامی شخص، بارعب و بار سوخ سردار مشرف باسلام ہوا، اور مشرکان کہ خاموش رہیں، یہ بھلا کمان ممکن، اوں کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی طفیل تو

اپنے کام کاج سے فراغت پانے والے اپنے وطن کو چلا گیا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا کی اذیتیں اور مصیبتیں چھپے چھوڑ گئیں، یہ لوگ آگے ہی جلتے جھنٹے تھے، اب تو ان کو اور بھی بڑا بھاری موقع شہادت کا مل گیا، انہوں نے بھی آپ پر ظلم کرنے میں کوئی فرق نہ چھوڑا، اور دلیل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا، دل کی حسرت ایسی نکالی کہ کوئی ارمان باقی نہ رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروہوں کا حال ناگفتہ بہ تھا، نہ بزرگ ابوطالب سانچو، ارپاس نہ حضرت خدیجہ سادہ دار پہلو میں، اور اس پر آئے دن نیا عذاب اور روزِ نیا عذاب، جونِ جون دنیا کے دکھ بڑھتے گئے، عشقِ اللہ کا درد بھی زیادہ ہوتا گیا، محبتِ مولا کی اور ہجرتِ حق کا، بس جانِ دنیا کے دکھوں کا نڈھال ہو گئی،

مکانِ یار و دروہ من نہ رہا تھے دروہ
عجب درمشل افتاد و چنان لے سازم پرنیکل
کیا کہوں کس سے کہوں دیں پیا کا دور
اڑ نہ سکوں گر گر پڑوں رہوں ٹھوڑی شور
جناں باری میں یہ بےقراری سی گئی، اور یہ قلعِ ہجرت کے حضور میں مقبول ہو گئی، شبِ دُکھ
وہل کی رات کا اور نیک ساعت حضور سی کی آئی، اور شبِ معراج نے آجاندہی دکھائی،

جب ان ظالموں کا ظلم برداشت کی حد سے بہت بڑھ گیا، تو آپ نے امت کو حکم دیا ہجرتِ مدینہ کر دو، بھی اپنے برادرانِ دین کی جو جتنہ ہجرت کر گئے ہیں پیروی کریں، مگر بجائے حبش کے اب مدینہ کا رخ کریں، کیونکہ اس ٹکڑی و محرقی و عرم کے پودے کو اچھا مانتی ہے، چند ایک مدنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بھی کر چکے تھے، اور وہ ان اب خال خال مسلمان بھی آنے لگ گئے، سنے، آپ نے حبش سے مدینہ منورہ کو ترجیح دی، مومنوں نے ایک ایک دودو کر کے ٹھکانے شروع کر دیے

اور رفتہ رفتہ سب چلے گئے، اب باقی یہاں بنی اشد علیؑ، اور ابو بکرؓ مع اپنے اپنے عیال و اطفال کے رہ گئے، اہل قریش نے جب یہ حالت دیکھی، تو اونھوں نے اکٹھے ہو کر یہ صلاح ٹھہرائی، کہ یہ سرغزہ اب اکیلا ہے، ہر اہی اس سے صرف وہی کس ہیں، اب وقت ہے، اس کو یہاں سے نکلنے دو، اور اس کا کام تمام کر دو، کچھ آدمی اس نے ہم سے نکال کر حبشہ بھیج دیئے ہیں، اب رہے ہیں مدینہ روانہ کر دیئے ہیں، اس نے ہار کوئی ہم سے نفرت کر دیئے ہیں، اس نے تمام مکہ کو فدا کر دینا ہے، اور میں جیتا جاگتا رہا کر دینا ہے، جس طرح بھی ہو اسے اب کچ کر نہ جانے دو، اور اس کی بوٹی بوٹی کاٹ لو، مگر جائے استاد خالی است، ابو جہل بولا کہ اور تو سب کچھ درست ہے، مگر کوئی ایک خاص شخص عہد کے قتل کے لیے تعینات نہیں کرنا چاہیے، بالکل ممکن ہے، کہ اوس کے وارثوں سے کوئی شخص ایسا نکل پڑے، جو قاتل سے قتل کا انتقام ملے، بھلا چاہے، تو پھر یہ معاملہ بگڑ جائیگا، چنانچہ ابو جہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کہ کوئی خاص آدمی تعینات کیا جائے، بہت سے آدمی ملکر اکٹھے محمدؐ پر جا کے ٹوٹ پڑیں، اور اوس کے کمرے کے کمرے کر ڈالیں، یہ رائے سب کو پسند آئی، اور سب نے اس تجویز کی توثیق کی، لعنت اس آفرین پر اور صد لعنت اس تحسین پر، بہر حال جب پخت و پز ہو گئی، اور صلاح قتل بے گناہ کی یک گئی تو ابو جہل چند ایک اور اشخاص ساتھ لیکر قتل کی نیت سے گھات میں جا بیٹھا، یہ لوگ اب منظر تھے کہ جب موقع پڑا اندر داخل ہو جائیں، اور محمدؐ ہی اہو کے پیاسے خنجر آپ کے خون سے سیراب کر لائیں، اور مکہ کی قتل گروہ میں عورت عام ہائیں، شان ایزوی، ایک خادم نمک خوار مسلم جان نثار کو کہیں سے یہ اڑتی اڑتی خبر مل گئی، وہ بھاگا آیا، اور اوس نے آپ کو بتایا، آنحضرتؐ صلم پھلے دوا سے

دوبارہ مضمون

قتل آنحضرتؐ

مخل ابو بکر کے گھر چلے گئے، اور سلی رات بھر اون کے بستر پر پڑے رہے، جب ابو جہل معہ دیگر
 بد مصاشان اندر آیا، اور آپ کو نہ پایا، تو سخت غصہ پایا اور بڑے طیش میں آیا، یہ لوگ وہیں سے
 ابو بکر کے گھر چلے گئے، کہ شاید آپ وہاں ہوں مگر وہاں سے بھی یہ ناکام رہے، مگر گھر انھوں نے
 تلاش کی، مگر آپ سوتے کہاں سے، آپ تو غارتورین جو مکہ سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھا،
 معہ ابو بکر آ پناہ لی تھی،

غصہ اور کڑوہ کا بھوت ان بدون کے سر پر سوار ہو گیا، انکے شکل ڈراؤنی اور صورت
 عیب بن گئی، رنگ ان کا غصہ سے کالے ناگ سا ہو گیا، اور آنکھوں سے خون برسنے لگ گیا،
 اور چونکہ ان کے ہاتھ سے ایک تو شکار جانا رہا، اور دوسرا جملت و ندامت شہر بھر کی
 ان کو اٹھانی پڑی، کہ یہ سب کچھ کیا بھی مگر بھر بھی ہاتھ کچھ نہ آیا، ان لوگوں نے دیوانہ وار
 مکہ میں شرق سے غرب اور شمال سے جنوب دوڑ دوڑ کر چپہ چپہ زمین چھان ماری، مگر وہ
 کام دل ان کو حاصل نہ ہوا، اور نہ وہ میدان میدانوں کے ہاتھ ہی پڑھا، دشمنوں نے
 بڑے بڑے انعام و اکرام رکھے، کہ جو بدکردار اس نیکو کار کی گردن کاٹ کر لایگا، اسے
 یہ سب مال متاع دیا جائیگا، مگر کہاں رسول خدا کہاں بندہ کجرام مام کی ٹین میں،
 دشمن غار کے پاس سے گزرے بھی، مگر اون کو ایسا نظر آیا، کہ غار کے منہ پر ایک عنکبوت نے
 جال اتن دیا ہے، اور ایک بتری نے اوپر انڈے بھی دیئے ہیں، اس لیے وہ اندر داخل ہی
 نہ ہوئے، اور پاس سے گزر گئے، الغرض مشرکان اپنی سب دوڑ دھوپ کر کے تھک گئے اور
 وہ خاتم النبی کا خاتمہ کرنے والے اپنی کرتوتوں کا آپ ہی خاتمہ کر کے اپنا منہ کالا کر اسکے

بیٹہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز کے بعد نکل کر مدینہ روانہ ہوئے اور اُدھر علیؑ بھی دشمنوں کے دایہ پنج سے نکل آپ کو آئے،

مدینہ آنحضرت کی آمد

مومنین مدینہ کو موہن کا ٹکڑا دیکھ چاند چڑھ آیا، مسرت کی مدد سے مسرور ہو گئے اور کسی کے پریم کے نشہ میں چور ہو گئے، جگہ جگہ اونھوں نے شادیانے بجائے، اور گردن میں گئی کے چراغ جلائے، ہر شخص آپ سے ہی کہتا تھا کہ میرے ہی گھر چلو، اور قیام کا شرف مجھے ہی دو، اگر محبت میں رشک نہ ہو، اور عشق میں رعبا نہ ہو، تو پریم کی جوت کا دیا بھلا کس طرح لوگ بے قرار ہوئے جاتے تھے، کہ دیکھئے، یہ تباہ کس گھر کا همان آج ہوتا ہے، اور کیسے یہ عزت ابدی بننا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ شوق و رغبت اور یہ جوش محبت دیکھ کر بڑے بشاش ہوئے جلتے تھے اور مسکراتے تھے، مگر آپ کو یہ خیال بھی تھا، کہ کہیں ایسی جگہ ٹھکانا کیا جائے۔ جہاں باقی اشخاص کو موقع شکایت نہ ہو جائے، جو شخص اپنے دشمن کی دل آزر دہی برداشت نہ کر سکتا تھا، وہ بھلا اپنی امت کے کسی بشر کا دل دکھانا کب گوارا کرتا تھا، آپ نے سب کو مخاطب ہو کر کہا۔ کہ بھائی مسلمانو! میں اپنی اونٹنی کی ہمارے چھوڑ دیتا ہوں، جہاں وہ جا کے ٹھہر گئی بس وہی میرے ٹھکانے کی جگہ ہو گئی، تم سب اس پر رضامندی ظاہر کرو، سب نے آمین کہی، اب ہر ایک اپنی اپنی قسمت کو منتظر تھا، کہ دیکھئے کیا رنگ دکھاتی ہے، مگر ایوب انصاریؑ کے نصیب کا بھی تو کوئی ہی پیدا ہوتا ہے، ذات حق کو اوس کا نام عالم میں دائم رکھنا تھا، اونٹنی اوس کے گھر کے آگے آگے ٹھہر گئی، بیچارہ ایک مفلس مومن اور بیکس بشر تھا، مگر بجا گوں کا بڑا وطنی نکلا، اونٹنی کا دھان ٹھہرنا تھا کہ لوگ اُسے مبارک پر مبارک دینے لگے، اور اوس کے

اپنے دل کی خوشی اور مسرت کی تو کوئی حد ہی نہ رہی، جس جگہ ناقہ جا کے بیٹھا تھا وہاں اب تک مسجد نبوی موجود ہے، اسے آنحضرت صلیم نے خود اور آپ کے اصحاب نے ساتھ بیکرچی اینٹوں اور کھجور کی لکڑیوں سے مکڑا کیا تھا،

تعداد مسلمانوں کی چونکہ اب بڑھ گئی تھی، نماز کے لیے گھر گھر جا کے بلانا کھٹن معلوم ہونے لگا تھا، آنحضرت صلیم نے اصحاب سے صلاح پوچھی کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے، جس سے سب کو نماز کے لئے وقت پر اطلاع ہو جایا کرے، کسی نے کہا، گھنٹا بجاؤ، کسی نے کہا آگ جلاؤ، کسی نے کہا ناقوس گھنٹا کاؤ، فکر ہر کس بعد رہمت اوست، حضرت عمرؓ کہنے لگے، کہ ان بیجان چیزوں سے جو بھلا کام لیتے ہو، کیوں نہ انسان خود انسان کو بلائے، اور خدا کا نام لیکر بلائے، تاکہ لوگوں کو یہ علم بھی ہو جائے، کہ خدا کی عبادت کے لیے بلایا جا رہا ہے، آنحضرت صلیم نے یہ تجویز پسند کی، آغاز اذان اس طرح ہوئی،

باب سوم

آحضرت صلعم کا سردار
دینہ منتخب ہونا

آنحضرت صلعم نے دینہ کے لوگوں میں قومیت کی ایک روح پھونک دی تھی، کیا مسلم کیا
کفار اور کیا مہاجر کیا انصار، سب نے ایک دوسرے سے اتحاد رکھنے اور اتفاق رکھنے کا سبق
سیکھ لیا، اودھ پولانی عربی عادت اور برے خصال ترک کر دیئے، آپ نے انھیں یہ ذہن نشین کر لیا
کہ خواہ ہم میں اختلافات کچھ بھی ہوں مگر ہم لوگوں کو قومیت کا احساس کرنا لازم ہے، بجز اس کے
کوئی قوم نفع نہیں پاسکتی، اگر ہم لوگ باہمی تنازعات میں ہر وقت الجھے رہیں گے تو دہائی کسی
نیکسی غیر کی اطاعت میں ہی رہیں گے، ہر بشر کو چاہیے کہ مقدم خیال وہ اپنی قوم کا دل میں رکھے،
اور اپنی ذاتی خواہشات کو قومی خیالات پر کبھی ترجیح نہ دے، جو شخص ترجیح دیتا ہے وہ انسان کے
درجہ سے اتر کر حیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، دراصل حیوان کا یہ شیوہ ہے کہ وہ صرف
اپنا ہی پیٹ پال کر سکتا ہے، دوسرے ہم جنسوں کا اسے کچھ فکر نہیں ہوا کرتا، اسے سوچ اور
سمجھ کی قدرت ہی اللہ نے اتنی دی ہے، آخر وہ بھی کیا کرے، مگر انسان تو اسی لئے نثر اخلوقا
کہلا ہے، کہ اسے فکر کی طاقت خدا نے دی ہے، لازم ہے کہ تم انسان کا جامہ پہنکر انسان کے
خصائل اختیار کرو، اور اپنی قوم کا ہر وقت خیال مقدم رکھو، قومیت کا سب سے اول ہول
یہ ہے کہ قومی معاملات میں امتیاز فرقہ و جماعت بلا وجہ نہ رکھو، اسے تعصب کہتے ہیں، یہ

ہمٹ دھڑکی ہے اور اس نے اکثر قوموں کو ہیک کی طرح کھالیا ہے، اور کاستیائاس کو دیکھا
اسے مدینہ والوں سے بچنا، خبردار رہنا، یہ نصیب بڑی بلا ہے، اس سے بچنا،
بارہا تائید گفتا قوم مابیدار شو

لوگ اس نصیحت پر کار بند ہونے لگ گئے، اور ادون میں یک جہتی اور یگانگت کے آثار بھی
نمودار ہونے لگ گئے، اب ادون کو خود بخود ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہونے لگی
جو قوم کا راہ نمائے، گری ہوئی قوم کا یہ خاصہ ہو، کہ ہر ایک ادون میں سمجھتا ہے، کہ ہم چوہا دیگے
نیست، ہر ایک دوسرے کے تقاضے چھانٹتا رہتا ہے، مگر اپنی اصلاح نہیں کرتا، اور
ہر ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتا ہے، مگر متفق رائے ہونے کی کوئی سعی نہیں
کرتا، مدینہ والوں کی جب حالت دیکھ گئی تو ادونوں نے فوراً یہ عیب اپنے آپ میں مٹا لیا
اور یہ فیصلہ کیا، کہ جو ہم میں سلیم الرائے، دور کی سوچ اور خوش مزاجی رکھتا ہو اسے سب
آدمی ملکر اپنا سردار مقرر کر لیں، ایسا ہمت محمد ہی تھا اور کون ہو سکتا تھا، آپ کے
اوصاف حمید، سب سرداروں والے تھے، اور صفات ستودہ تاجداروں جیسے، مسلم وغیرہ
مسلم دینیہ کے بخت خفہ سے بیدار ہوئے، سب نے بالاتفاق آنحضرت صلعم کو اپنا سردار
مقرر کر لیا، اور حاکم مدینہ منورہ بنا دیا،

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ چند ایک لڑائیاں مسلمانوں کو ایسی ہی پیش آئیں جنہیں
آنحضرت صلعم کو خود میدان جنگ میں جانا پڑا، انہیں غزوہ کہتے ہیں، اور بعض ایسی لڑائیاں بھی
ہوئیں جن میں آپ اپنے کسی سپہ سالار یا سردار کے ہمراہ لشکر بھیجتے رہے، ان کو سترہ کہتے ہیں

مسلم کا جب پرچہ ہوتا

ان میں سے جنگ بدر نے مسلمانوں کو کافروں پر غالب کر دیا، مگر کی فتح نے مسلمانوں کا تسلط
 عرب پر بٹھا دیا، مسلمان اصولاً رومی سے بڑے کتراتے تھے، اور وہ اصل لڑنے کی ظاہری
 طاقت بھی نہ رکھتے تھے، یہ امر قابل غور ہے، کہ ان کا ایک گروہ بھاگ کر حبشہ چلا گیا، دوسرا گروہ
 مسلمانوں کا تنگ آکر مدینہ میں ہجرت کر آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دوڑ دوڑ کر فارون میں جا
 پناہ لی، طحطیح کی اذیت و مصیبت اٹھائی، مگر کبھی بھی کسی سے مقابلہ کی کوشش نہ کی، اس
 گروہ اور ایسے سرگروہ کی نسبت یہ خیال پیدا کرنا کہ وہ ملک گیری کی تمنا میں جنگ و جدل پر آمادہ
 رہا کرتا تھا، نام درست ہی، یہ قرین قیاس ہی نہیں، کہ ایک مٹی بھر مسلم عرب کی دشمنی و خونخواری
 قوموں سے ارادۂ ذیئہ خود جاکے لڑائی شروع کریں، ایسی معمولی بساط سے ایک پہاڑ کو جاکے
 ٹکراتا اُسی کا کام ہے، جس کا سر چکرایا ہوا ہو، آپ جیسا عقل کل کبھی اپنی جماعت کو ایسی
 مصیبت میں نہ پھنساتے، مگر جب جان پر آئے، تو کون ہے جو خاموش رہے، ہر ایک پر فریاد
 کہ ظالم سے اپنی جان بچائے، آخر اس دنیا میں ہر ایک چیز کی ایک حد ہے، اجل کس قدر تیل ہی
 اور کتنا ٹھنڈا ہوتا ہو، لیکن اسے بھی اگر آگن دوڑ تو یہ بھی تپ جاتا ہے، اور ایسے ہی جلتا ہے،
 جیسا کہ خود آگنی، مسلمانوں پر مسلمان ہونے کی خاطر جو قدرتی غیر مسلم قوموں نے روا رکھی، وہ تو
 دیکھ رہی، مگر ان عورتوں اور معصوم بچوں کے ساتھ جو سنگدلی اور بیرحمی کفار نے کی، اسے منکر
 جسم پر روئے کھڑے ہوجاتے ہیں، غریب مسلمانوں کی خود داری اور حیاداری پر غیر مسلم ظالم
 حملہ کرتے رہے، مگر یہ پھر بھی مدت تک چپ ہی رہے، آخر مجبور ہو گئے، مگر پھر بھی چپکے چپکے
 کیا، اپنی جان بچانے کے لیے اور اسلام کا نام قائم رکھنے کی خاطر کیا، تنگ آمد بھگت آمد

آنحضرت صلی علیہ وسلم کی جو عزت و منزلت مدینہ والوں نے کی، اوس سے آپ کا اقبال دن بدن بڑھنے لگا، مگر حسد و جاہی تو آخر پہلو پہلو جا یا کرتے ہیں، ایک شخص عبداللہ نام مدینہ کا رہنے والا جو شوق شاہی و ملغین میں رکھتا تھا، آپ کے اقبال اور روز افزون جلال کا حاسد ہو گیا، کہہ دالے تو پہلے ہی آپ کی جان کے دشمن تھے، دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہی، اس نے اہل کاشطی، ساز باز شروع کر دیا، اور جاسوس بن بیٹھا، ساتھ ہی یہ وعدہ بھی ادا کرنے سے کیا، کہ اگر تم مدینہ پر حملہ آؤ ہو گے، تو میں تم کو ہر طرح کی مدد اور امداد دوں گا، اور کہہ والوں نے یہ کہا، کہ محمد بنہ نفع ہو جانے پر تم کو حاکم مدینہ بنا دیں گے، اور مسلمانوں کو بھی بیکھنک گئی، کہ ایک تو یہاں یہ مار تین ہم میں موجود ہے، آڑے وقت پر ضرور کوئی نہ کوئی حرکت کریں گا، دویم اداں کو یہ بھی علم تھا، کہ کہہ کے کنار تو صرف موقع ہی کی انتظار میں ہیں، جب د اداں کا لگ گیا، ضرور ہم پر حملہ کریں گے اور کسی کو جیتا ہی چھوڑیں گے، اسلئے طیار سی جنگ و خون طرن سے برابر ہی ہوتی چلی گئی، اتفاق ایسا پیش آیا کہ اداں دونوں ایک قافلہ قریش کا شام سے واپس آ رہا تھا، اور اداں کو مدینہ کے قریب دوار سے گزرنا تھا، چور کی ڈاڑھی میں تنکا، مہر و قافلہ ابوسفیان کو کچھ تنک گندا کہ کہہ اور مدینہ کی مخالفت بہت بڑھ رہی ہے، ایسا نہ ہو کہ مدینہ والے کچھ مقابلہ ہی کریں اور چھوٹ جائیں، پناہ مل و متاع فصلان کو بچائیں، مہر دار نے ایک قاصد کہہ دوڑایا اور مدعا لگی، قاصد نے اپنے اونٹ کے کان کڑویے، کجاوہ اُٹھنے لگا لیا، اور اپنا پیر میں چاک کر دیا، اور ایک زانیہ کو دوش بٹا کر جا داخل شہر ہوا، قاصد کو یہ خوب سوچی، کیونکہ اس سے اداں کی آمد کی شہرت آنا قافا ہو گئی، لوگ اکٹھے ہو گے، ماجرا پوچھا تو اداں نے کہا، کہ محمدؐ شیرا جا را مال لوٹنے پر آمادہ ہی

تھیں نہ رہے جس طرح کا وہ آدمی ہے، تم نے کچھ ہو سکتا ہی، تو تباہ و تاراج اپنے ماں و مشاعرے سے ہوا
 و مویشیوں پر سنا تھا کہ کہین جنگ کی طیاریاں زور خود سے شروع ہو گئیں، اکثر لوگ جو سمجھ رہے تھے
 آخری لمحہ تک مخالفت لڑائی کے رہے، مگر عربی کی عقل صنی بھی ہو، ابو جہل کی جہالت کے سامنے بیچ بھی
 اوس نے کسی کی کوئی پیش نہ چلنے دی اور لوگوں کو آمادہ فساد کر ہی لیا، اور لاؤ لشکر و سپرد حملہ
 کرنے کو نکل آیا، اُدھر سردار قافلہ اپنا راستہ تبدیل کر کے لگا گیا تھا، اور صحیح و سلامت مع کل مال
 و مشاعرے گرجی پہنچ گیا تھا، اوس نے آتے ہی اوس اجل کو خبر بھیجی، کہ لو تباہ ہو رہے، لڑائی
 نہ ڈالنا، مگر وہ بھی ابو جہل تھا، اور قنابلی اُس کی آئی ہوئی تھی، وہ کہاں کسی کو خاطر میں لاتا تھا،
 اوس نے میدان کا سزا گرم کر ہی دیا، ابو جہل (۱۰۰۰) جوان ساتھ لایا، آپ کے ساتھ قریباً
 (۳۰۰) آدمی تھے، جن ت (۸۰) مہاجرین تھے، باقی انصار، مگر سب کے سب لڑنے مرنے پر
 طیارہ آد ایک دوسرے سے بڑھ کے آپ کے جان نثار، دراصل مسلمانوں کو یہ علم نہ تھا، کہ انھیں
 اتنی جہالت و حماقت سے مقابلہ پڑ جائیگا، مگر پھر بھی ہمت کے میدان میں یہ ذرا نہ گھبرائے اور ٹوٹ کر
 جے رہے، قدرت نے فتح کے سامان مسلمانوں کے لئے کچھ عجیب فرمایا کر دیئے تھے، ایک تو موقع ایسا تھا
 کہ سورج و شمع کے سامنے تھا، اور مسلمانوں کی پس پشت، دوسرے مسلمان ایک اونچی جگہ پر ڈیرہ
 ڈالے تھے اور دشمن کا لشکر نشیب زمین پر تھا، اتفاقاً بارش آگئی، اور آئی بھی بڑے زور شور سے
 اوپر کا پانی بہہ کر نیچے جا نکلا، اور غنیم کی صفوں میں تمام کچھ ڈوب کر لہلہا ہو گیا، انھیں سے کہہ کر ان کے
 دل ٹوٹ گئے، پہلے عمرہ - علیؓ اور عبیدہ میدان میں نکلے، اُدھر سے عقبہ اور اوس کے لڑکے آئے
 پھر لڑائی دونوں جانب سے زور شور سے شروع ہو گئی، دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے

اور جو بڑا تھوڑا۔ اُسے گاحر مولیٰ کی طرح کاٹ ڈالا۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کرمیدان میں ایک طرف
 بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔ کہ یا اللہ اپنی امت کی مدد کر اور سچ کا ساتھ دے، کہ اتنے میں وحی
 نازل ہوئی، جس سے نصرت کی خبر ملی، آپؐ نے قح کی خوشخبری لشکریوں کو سنائی، میدان مسلمانوں
 کے ہاتھ رہا، بہت سے کفار مارے گئے، اور باقی بھاگ نکلے، مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بھاگتے ہوئے
 اسیر کر لیا،

مقتات جنگ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور مسلمانوں کی حسن عقیدت بھی قابل دیدہ ہے، ایک نوجوان
 مسلمان کی شہادت کی خبر سنکر اس کی بڑھی مان بولی، کہ مجھے اپنے بیٹے کی موت کا زبا بھی غم
 نہ ہو گا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہیں کہ وہ ٹھیک شہید ہو گیا ہے، اور اُسے بہشت نصیب ہوا ہے، سبحان اللہ
 ایمان ہو تو ایسا اور اعتقاد ہو تو اس طرح کا، اس جنگ میں دو مسلمان لڑکے موز اور معاذ پڑے
 جانبا زنا بیت ہوئے، انھوں نے دشمن کے لشکر میں پہنچ صاف بہ صفت ڈھونڈ کر ابو جہل کو
 جا پکڑا اور اُسے مار مار کر رنھون سے گھائل کر دیا، اور خود پکچے کل آئے، کفار بھاگ گئے تھے
 اور زخمی اُن کے میدان میں پڑے تھے، اتفاقاً عبداللہ بن مسعود وہاں سے گزرے جہاں
 ابو جہل گرا پڑا تھا، ابو جہل نے آواز دی، کہ ارے جانے والے، یہ تو بتانا جا کہ کون لشکر
 جیتا ہے، اور فتح و نصرت کس کے نام لکھی گئی، عبداللہ کہا کہ دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے
 وہ مرنے دم تو نامد ہوا تھا، اور تو اب بھی مفصل نہیں ہوتا، یہ کہا اور ایک وارے ابو جہل کا
 کام تمام کر دیا، خدا نے برحق نے اس طرح اُس شخص کا خاتمہ کیا، جس سے ایک سواوٹ
 اللہ ایک ہزار چاندی کا سکہ خدا کے نبی کے خاتمہ کرنے کے لیے انعام مقرر کیا تھا، کہہ واسے

اب بجائے اس کے کہ اس واقعہ سے کچھ سبق سیکھیں، خود آرام سے رہیں اور دوسروں کی کہانیاں
 میں رہنے دیں۔ اُنے مسلمانوں کے نیست و نابود کرنے کے پیچھے ہمہ تن لگ گئے، اگرچہ کفار نے
 منہ کی کھائی، مگر انہیں عقل ذرا نہ تھی، اون کی فیرت نے بھی ایک نرالا ہی نمونہ پیش کیا، مگر اگر
 کہ میں انہوں نے اعلان کر دیا، کہ جنگ کے مقتولوں کا کوئی شخص مظلوم یا مظلوم نہ کرے، اور نہ
 کہ میں سے روئے دھونے کی آواز اٹھے، ورنہ مسلمان ہم پر نہیں گئے، اور ہم اُن کی نظروں میں
 سبک ہو جائیں گے، ایک بڑا حیا چارہ، معصیت کا ادا اپنے تین زوجان بچے اس لڑائی میں کھو بیٹھا تھا،
 اور آپ شامت اعمال اور دکھڑے دنیا کے دیکھنے کو پیچھے رہ گیا تھا، اب ایسا شخص اگر اپنے
 بیٹوں کے افعال کے غم میں نہ روئے تو ان کم عقلوں کی عقل پر تو روئے جنہوں نے قانونِ خدا
 کے خلاف قانون نافذ کر رکھے تھے، مگر اب کوئی روئے بھی تو کہاں جا سکے، کیونکہ اگر کوئی اُسے
 روتا دیکھ پائے تو اُس کی شامت آجائے، ان ظالموں کے ظلم سے تنگ اور اپنی جان سے
 لاچار بڑا غریب شہر سے باہر چلا جاتا، اور اپنے بچوں کو یاد کر کے اپنی بکسی پر روتا، ایک دن
 ایسا واقعہ پیش آیا کہ اُسے کسی اور شخص کے روئے کی آواز آئی، اوس نے جھٹ لوٹ ہی کو بھا
 کہ جادیکہ تو سہی، کیا روئے کی عام اجازت مل گئی ہے؟ لوٹ ہی نے واپس آ کے کہا کہ ایک بیوہ
 بکس کا ادھنٹ گم ہو گیا تھا، ہر چند اوس نے تلاش کی جو دستیاب نہیں ہوتا، اب بچا رہی
 یائوس ہو کر آ بیٹھی، اور اپنے بخت گم گشتہ پر رو رہی ہے۔ یہ سن کر بڑا حالے غمناک و زور زور
 سے روئے لگ گیا، کہنے لگا کہ یہ کیا اند میرنگری ہے کہ جو لوٹ چلا جائے تو رونا دہا ہے، اور
 جتین جوان بچے ناحق خون ہو جائیں تو اُن پر آنسو بہانا بھی ناروا ہے لعنت ہو ان لوگوں پر

اور حد نصرت ان کی سمجھ پر۔

جولوٹ اس جنگ میں ہاتھ آئی تھی، اوس کی تقسیم اس طرح ہو چکی تھی کہ چار حصہ اوس کے تھے اور چار حصہ اس کے تھے۔ اس جنگ میں ہاتھ آئی تھی، اوس کی تقسیم اس طرح ہو چکی تھی کہ چار حصہ اوس کے تھے اور چار حصہ اس کے تھے۔

شتر کاٹے جنگ میں ہاتھ آئے گئے اور پانچواں نبی اللہ کی تحویل میں بیت المال کی حیثیت میں رکھا گیا تاکہ وہ اس سے مفلس محتاج کی مدد کریں، یا کسی اور رفاہ عام پر جہاں آپ مناسب خیال کریں خرچ کریں، جو قیدی اس جنگ میں پکڑے گئے تھے، اون کو ابو بکرؓ کی رائے کے مطابق رہا کر دیا گیا، اگرچہ عمرؓ اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے، حکم رہا فی میں شتر اٹلیہ تعین۔ کہ غریب اور ان پڑے نو فوراً رہا کر دیئے جائیں، مگر جزر وادہ میں وہ تاوان داخل کریں، اور تعلیم یافتہ اشخاص مدینہ میں کچھ عرصہ کے لئے قیام کریں، اور مسلمان بچوں کو تعلیم دیں، بعد میں وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جا دیں، ان شرائط سے اسیران بہت ہی خوش ہو گئے کیونکہ یہ پہلی ہی دفعہ تھی، کہ قیدی ان جنگ کے ساتھ کسی فاتح قوم نے ایسی خوش اسلوبی سے برتاؤ کیا ہو، یہاں تک پسندیدہ سلوک، اون لوگوں سے مسلمانوں نے کہا، کہ ان اشخاص کو اپنا ہمان تصور کر لیا، جب کسی مسلمان کے گھر اپنے کھانے کو کافی نہ ہوتا، تو وہ خود کچور کھا کے گزارا کر لیتا، مگر ہمان کو ضرور گندم کی روٹی ہی دیتا اگر کسی مسلمان کے کمین جانے کو کافی سواری بھرم داسکتی تو آپؐ پاپیا وہ ہو جاتا مگر ہمان کو ضرور سواری کر لیتا، گویا فاتح مسلمانوں اور مفتوح شتر کون میں کسی قسم کا امتیاز نہ رہا، اس آئین حمدیہ اہل اسلام جتنا غور کریں بجا ہے، اور جس قدر ناز اس پر کریں زیبا ہے، یہ وہ واقعہ ہے جس کی نظیر اب تک نہیں ملتی۔

ابو جہل کا گذر نہ تھا، کہ اوس کی جہالت کی گدی پر ابو سفیان بیٹھ گیا، اوس نے قسم کھالی کہ اس میں

گوین جب تک جنگ بدر کا انتقام محمدؐ سے نہ لے لیجکا، نہ عورت سے صحبت کروں گا، نہ سرسبز
 تیل لون گا، وہ اس طرح کی شہنشاہانِ ہندو کو گون میں بگھارتا رہتا تھا، گرجا سے نکل سکے بغاوت
 کی تاب نہ سکتا تھا، ایک دن اوس نے سوچا کہ قسم تو میں کھا بیٹھا ہوں، اب جب تک کوئی
 حیلہ با نہ کروں، تو گون کے سامنے منہ کیسے لاؤں، اوس نے کیا کیا کہ ایک روز دینہ کے
 قریب دھرمین چپ کے سے ایک دستہ آدمیوں کا ساتھ لیکر چلا گیا، وہاں ایک آدمی سلطان کو
 اوس کے گھر میں ہی آرایا۔ اور ایک آدمی گھر کو آگ بھی لگاتا یا، اور بھاگ کے نکل آیا، بھاگا بھی
 ایسے جیسے رات کو چور بھاگتے ہیں، بوریاں سنو کی راستہ میں ہی پھینک آیا، کیونکہ اوس کے
 میٹ بھاگن اُسے دشوار ہو گیا تھا، یہ تو جو افروہی تھی جس پر وہ دن رات قہقہے اٹھاتا تھا،
 اور انتقام کے لیے ذہن تیار کرتا تھا۔

جنگ اتر

آنحضرتؐ صلی علیہ وسلم کی حالت اب اس طرح تھی، جیسے ایک فرزند اکی اپنے ملک میں ہو اگر تیری
 کئی ایک گروہ و نواح کی اقوام سے آزار نامہ و عداوت بھی اب ہونے لگ گئے، بعض سے موافقت پیدا
 ہو گئی، اگر بعض سے ناموافقت بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جا رہی تھی۔ آپ اگر یہ حق و انصاف سے توجاہ
 کرنا خواہ معاملہ نہ ہو بلکہ غلامِ ایمان سمجھتے تھے، مگر حاسدوں کو یہی فرخندہ ہی کی زمین پر
 رہنا ہی، یہ بھی تو سرِ کلمہ موجود ہی ہوا کرتے ہیں، کہاں تک انسان ان سے بچے، دینہ کے نزدیک
 ایک یہود قوم بستی تھی، ان میں حسد کی ایسی آگ بھڑکی کہ یہ آپکا حاکم دینہ ہو جانا اور کھانا اور
 شکست دینا بدوشت نہ کر سکے، ان کو یہ فکر لگا کہ اگر مسلمانوں کا اقتدار اسی طرح بڑھنا لگتا، تو
 ہم کو بھی تنگ کریں گے، ابھی سے انکا مصلہ کرو، اور یہ فرخندہ دور کرو، اس نیت سے اوسکو

اندھری اندھلیاری جنگ کی شروع کر دی، مسلمانوں کا انتظام اب بڑا پسندیدہ تھا، ان کو
 خبر لگ گئی، کہ دوسری طرف کیا ہو رہا ہو، انھوں نے پیش بندی کی اور آنحضرت صلعم (۶۵۰)
 آدمی لیکر فوراً میدان میں نکل آئے، یہودیہ دیکھ کر ہیبت کھا گئے اور ہار یوں میں جا چکے، اور
 دوسرے مسلمان بے فکر ہو کر پیچھے ہٹ گئے، اور اپنے کھانے پکانے میں لگ گئے، ایک یہودی نے جو کسی
 اونچی جگہ گھاٹ لکھا کر بیٹھا تھا، آنحضرت صلعم کو اکیلا جو دیکھا، تو موقع کو غنیمت جانا، فوراً پہاڑی
 سے اتر آیا اور بے پائوں کہ آہستہ نہ ہو آپ کے سر ہانے آکھڑا ہوا، اور تلوار اٹھ کر کے کہنے لگا
 کہ اے محمد! اب بول تیرا وقت اخیر آ گیا ہے، کون ہے تیرا بچانے والا، آپ بہت کے
 میدان میں دراز ہو چکے اور مٹانت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ وہ ہے میرا بچانے والا
 جس نے مجھے اور تجھے بنایا ہے، وہ ہے، جو میری اور تیری جان لے گا، وہ میرا محافظ، تو ہے کون !
 کچھ ایسا رعب اوس پر پڑا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس کا ہاتھ لڑخ لکھایا، اور تلوار اوس کے ہاتھ سے
 گر پڑی، آنحضرت صلعم نے فوراً پکڑ لی اور دیسے ہی ہاتھ میں اٹھا کر اوس سے مخاطب ہو کر کہا،
 کہ اب تو بول، تیرا بچانے والا کون ہے، بچا رہا جو وہ بک کے سہم کے جہان کا جہان تھا وہیں
 رہ گیا، اور آہستہ سے انکھیں نیچی کیے کہنے لگا، "ابھی میرا محافظ بیان کون ہے" آنحضرت صلعم
 نے کہا، کہ میرا بچانے والا وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول کو بچا یا ہے، اشدھان لالہ
 اللہ محمد رسول اللہ اس کے علاوہ اور کوئی واقعہ اس جنگ میں پیش نہیں آیا، نہ لڑائی
 ہی لڑی گئی، اور نہ کوئی مال متاع ہی کسی کے ہاتھ لگا،

قریش جنگ بدر میں شکست کھا کر ایسے نادم و شرمندہ ہوئے تھے، کہ سر سامنے نہ آتھا جنگ اند

سکتے تھے، مگر اندر ہی اندر دن رات طیاروں میں گئے رہتے تھے، واپس نہ جاتے ہی انہوں نے
 یہ ٹھان لی تھی، کہ بدلہ ضرور لینگے۔ ہر وقت غصہ سے دانت پسیا کرتے تھے، انتقام ادا کی سبقت
 میں تھا، اور کینہ ادا کی فطرت میں سرور ابوسفیان کی بیوی ایک بڑی بطینت عورت تھی،
 وہ ہر وقت اپنے خاوند کو اور اس کے ہم نشینوں کو بڑا بھلا کہتی رہتی تھی، اور طعن و تشنیع کیا کرتی
 تھی، کہ اے بے غیرت لوگو میرے باپ اور بھائی تو مارے جاوین اور تم منہ دیکھا کرو، تم مردوں کے
 تو ہم عورتیں زیادہ مستعد ہیں، اور ہم کو بددھمازیادہ غیرت ہی چلو، جو تم خائف مسلمانوں کے ہو،
 تو ہم تمہارے ساتھ چلیں گے اور پہلو پہلو لڑیں گے، وہ اکثر اس طرح طیش دلاتی رہتی تھی، عورت
 کی یہ گفتگو سنکر مردوں کے خون نے بھی جوش مارا، اور (۳۰۰۰) آدمی سامان حرب سے آراستہ
 اور نشہ جنگ سے ہوش و حواس باختہ مسلمانوں کے چیرنے پھاڑنے کو نکل پڑے، اور ہر
 مسلمان پیارے شامت کے بارے (۱۰۰)، آدمی لیکر مقابلہ کو آئے، اور دامن اُحد میں آ
 کر رہے، رات دو دن لشکر اپنی اپنی جگہ جم گئے صبح ہوتے ہی دونوں جانب سے دھوا
 ہو گیا اور ایسی گھمسان کی لڑائی چھی کہ اپنے بچکانے کی خبر نہ رہی، جو جس کے ہاتھ چڑھاؤنے
 کاٹ ڈالا، اور پل کے پل میں کھیت کر دیا، حمزہؓ شہید ہو گئے، آنحضرتؐ صلعم خود زخمی ہو گئے
 غیر تو ہر دو کی چوٹ آئی، اور ایک شدید ضرب و زندان نے بھی کھائی، مسلمانوں کا
 علم بردار بھی مارا گیا اور ان کی صفوں میں شدت کا شور شراب مچ گیا، علم بردار کی شکل
 خباہت کچھ کچھ رسول اللہ صلعم سے ملتی جلتی تھی، اس کے مارے جانے پر یہ بھی خیر اڑ گئی،
 کہ آپ شہید ہو گئے، یہ خبر اڑنی تھی، کہ تمام لشکر کا دل ٹوٹ گیا، اور کُل بلی مچ گئی،

مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، دشمن کی بن آئی اور مسلمان نقصان میں رہے، کفار قریش نے
اب اپنا منہ سیدھا دینہ کو کر لیا، مگر فوراً ہی مسلمان بھی گھر پہنچ گئے۔ عبد کفار کو
اب علم بھی ہو گیا تھا، کہ آنحضرت صلعم حیات ہیں، وہ علم بردار تھا، جو شہید ہوا، اس سے
وہ دل شکستہ ہو گئے، اور وہ ان سے نکلے، کہہ کی عورتوں نے اس لڑائی میں بڑا حصہ لیا،
جنگ بدر کے مقتولوں پر مرثیہ پڑھتی تعین اور لڑائی سے منہ موڑنے والوں پر تبرا بولتی
تعین، سردار ابوسفیان کی یوسی ہندہ بھی شریک تھی، ہندہ بڑی کینہ جو عورت تھی، باپ
اور بھائی کے قتل کا انتقام اس نے دل میں برابر رکھا، ایسی شتر کینہ تھی، کہ جب تک اس نے
حضرت حمزہ کی لاش کو ڈھونڈ کر اوکا پیٹ چاک کر کے اور اوکا کلبہ نکال کے اپنے دانتوں
چبانہ لیا، تب تک اس کا کلبہ ٹھنڈا نہ ہوا، اور پھر اس ڈانٹنے اس پر بھی انتقام کی،
اویس کے کان اور ناک بھی کتر ڈالے، آنحضرت صلعم نے جب اپنے چچا کی نقش کا یہ حال دیکھا
تو سینے پر سانپ سا بونٹے لگ گیا، آپ اگر چاہتے تو کفار قریش کی تمام لاشوں کا یہی حال کر دکھاتے
مگر خدا کا رسول اور انتقام کا اصول، حریف سے بدلہ لینا اور دشمن سے کینہ نکالنا یہ اس
پاک مہرشت اور نیک اصل سے بہت بعید تھا، دل پر بڑا اُلق پیدا ہوا، مگر برداشت
کر گئے،

مسلمانوں کو دم لینا کمان نصیب میں لکھا تھا، بمشکل چند ہی دن گزرے ہوئے، سردارِ حادث کا
قبیلہ بنی المصطلق کا سردار چڑھ آیا، مگر مسلمان اس سے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ اسے
بھاگتے بنی، ٹوٹ کا مال جو ان کے ہاتھ چڑھا، اس میں دو صوفے، ایک ہزار اونٹ،

اور پانچ ہزار بھرتھیں، ان نو گرفتارانِ بلا میں سردار کی بیٹی جویریہ بھی تھی مالِ غنیمت کا جو
بشا تو وہ لڑکی سپاہی بچہ کے ہاتھ آگئی، لڑکی بچا چری گھبرائی اور اس نے سپاہی سے بڑی منت
دزاری کی، آخر اس نے اس بات پر راضی کر لیا کہ اگر اس کو معقول رقم تاوان دے دیجائے
تو وہ اس لڑکی کی خلاصی کر دے گا، مگر اب سوال تو یہ درپیش تھا کہ کون یہ مالی امداد دے،
لڑکی کے بھاگ جو جائے اور اس کی نیک ساعت جو آئی تو یہ خبر اڑتے اڑتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پہنچ گئی، سپاہی سے حکماً آزاد کرانا تو خلافِ آئین تھا، کیونکہ یہ مال اس کا ہو چکا تھا، آپ نے
اپنی گرہ سے رقم تاوان سپاہی کو ادا کر دی، اور لڑکی کو آزاد کرادیا، اور ایک بھرتھی کے ساتھ اسکو
آپ نے ان باپ کے پاس روانہ کر دیا، اتفاق ایسا ہوا کہ ادمر تو اس کاروانہ ہونا تھا اور ادمر
جویریہ کا باپ بہت ساز و جو اہر لیکر خود مدینہ آ پہنچا کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگیں نذر
کردن اور اپنی بیٹی کی بند خلاصی کراؤں، وہاں جو پہنچا اور اپنی بیٹی کی آزادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اپنی گرہ سے تاوان کی ادائیگی کا حال جو سنا۔ تو حیران ہو گیا، کہنے لگا۔ مسلمان کہاں اور یہ مرغوب
اخلاق کہاں، اُسے کیا خبر تھی کہ اسلام کی دنیا خلق پر ہو، سردار اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا
کہ معہ خویش و اقارب مسلمان ہو گیا، ساتھ ہی اس نے یہ بھی عرض گزارنی کہ میری بیٹی جویریہ کو
آپ زوجیت میں قبول کریں آپ ابھی سوچ بچار ہی تھے کہ اسے کیا جواب دیا جائے، کہ اتنے میں
یہ بات اڑ گئی اور لشکریوں تک پہنچ گئی، انھوں نے باہمی مکر یہ عہد کر لیا، کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جویریہ کو زوجیت میں قبول کر لیں گے، تو ہم اپنے اپنے غلام رہا کر دیں گے، وجہ یہ تھی کہ بڑی تعداد
اون غلاموں کی جو اس جنگ میں اسیر ہوئے تھے جویریہ کی قوم و قبیلہ کے لوگوں کی تھی،

اور نبی اللہ کی محبت و ادب مانع تھے، کہ آپ کی منکوحہ کے رشتہ داران آپ کے لشکریوں کے پاس غلام رہیں، آنحضرت صلی علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ میری اس شادی سے ایک صد بندگان خدا بندگی کی بندہ سے آزاد ہو کر اپنا جدیدی حیاتی حق آزادی پھر حاصل کر لینگے، تو آپ کو تجویز شادی منظور کرنے میں پھر دوا بھی تامل نہ رہا، نکاح جویریہ کا آنحضرت صلی علیہ وسلم سے ہو گیا، زمین مولائے رنگ بھی حبیبین کمان سردار کی لڑکی سے کنیز نہ کیا، اور کمان اب کنیز کے سے کشور عالم کی نگہ بنا کر بٹھا دیا،

ابوسفیان کو اب پہلی لڑائی سے ایک سال کا وقفہ مل چکا تھا، اب اوس نے اپنی تیاری جنگ خندق ہمہ وجہ مکمل کر لی، اب کے دو (۴۰۰۰) قریش اور (۶۰۰۰) یہودیوں کو مدینہ پر چڑھ آیا مسلمان اتحادی دل لشکر آسمان کو گھبراٹھے، لگے صلاح مشورہ کرنے اور تدبیر کے گھوڑے دوڑانے، مسلمانوں میں ہر بشر کو کیساں اختیار اظہار رائے کا ہوا کرتا تھا، اور احمدی امین کا یہی اسوہ حسنہ تھا، ان میں ایک شخص سلمان فارسی موجود تھا، وہ کہنے لگا کہ ہماری جمعیت بہت قلیل ہے اور ہم میدان میں نکل کر سامنے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے، اب ہمارے لیے اسوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم کمین پسند گزین ہو جائیں، حریت کا لشکر عظیم الشان ہو اور ہم مسلمان بے سرو سامان ہیں، اگر مدینہ میں مقابلہ ہو گیا، تو نہ صرف ہم ہی مارے جائیں گے، بلکہ ہمارے بال بچے بھی ساتھ ہی تباہ ہو جائیں گے، جویریہ سنو تو مدینہ کے نزدیک ہی جو پہاڑی سلع نام ہے، اس کے دامن میں چل بیٹھو، اور اپنے سامنے ایک کھائی گہری کھودو، پھر کمین کے جواہد کرے، آپ نے یہ تجویز پسند کی اور سب نے امین کی، مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی لگ رہا تھا کہ کفار کمین شہر مدینہ پر ہی نہ حملہ آور ہو جائیں، اسلئے انھوں نے یہ پیش بندی کی، کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں

بٹھا دیا اور ضروری سامان اون کے حوالہ کر دیا، کہ آڑے وقت پر وہ شہر کی اور اپنی حفاظت
 کر سکیں اور آپ توکل با شہدین ہزار (۳۰۰۰) آدمی کی جماعت لیکر دامن کوہ میں چلے آئے
 یہاں پہنچتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فی الفور پانچ گز چوڑی اور پانچ ہی گز گہری خندق
 کھودنی شروع کر دی جائے، اور جنگ کی ختم نہ ہونے کوئی آرام نہ لے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 خود اپنے دست مبارک سے کھدائی کر رہے تھے تو سپاہ کا تو پھر کیا حال ہو گا۔ اور ملاح تھوڑے میں
 آبلے پڑ گئے، اور کھدائی کے لیے جھکے جھکے کرین ٹوٹنے لگیں، اور ہر ساعت غنیم کا ڈردہن گیر
 کہ پہنچا کر پہنچا۔ اب آیا کہ آیا، غنیم بھی وہ دشمن جان جو دس ہزار جرار سپاہ لے، ہر سارے تھیا
 اور ہر سامان سے آ رہتے برابر چٹھا آ رہا ہو، اور بلا وجہ بلا عذر آمادہ فساد ہو نہ اسے
 و حرم کی ہونہ ایمان کی، نہ خدا کی نہ خدا کے رسول کی بس دل میں ایک حسد کی آگ رکھتا ہو
 اور سینہ میں کینہ، ایسے دشمن اور بد اندیش دشمن سے مقابلہ، خدا پناہ دے، اور ہر بچارے مسلمانوں کا
 یہ حال تھا کہ نہ تو ان کے پاس کافی سامان جنگ ہی تھا، اور نہ کھانے پینے کا کوئی رنگ و رنگ
 اور اپنی جان پہن آئی تھی، اور مدینہ میں بال بچہ کی تباہی کا ڈر، مگر باوجود ان سب کالیف کے
 یہ خدا کی پیاری اور محمد کے نام پر واری سپاہ برابر ڈٹی رہی، جب تک کہ خندق نہ طیار ہو گئی
 اتنے میں دشمن بھی اپنا لاؤ لشکر لیکر سر پہ چڑھ آیا، اور دونوں لشکر خندق کے آ رہا جم گئے،
 تیر تفنگ و دونوں جانب سے چلتے رہے اور اینٹ چھر سے دورویہ مقابلہ ہوتے رہے، مسلمانوں کو
 خندق نے بڑا کام دیا، خندق میں کوئی اترائیں اور مسلمانوں نے اس کی سرکوبی پھروا
 کی نہیں، ایک تو اس خندق نے غنیم کے راستہ میں ایک بڑی کھن مندرل ڈال رکھی تھی،

دوسرے مسلمانوں کی خوش نصیبی سے قریش اور یہود میں باہمی تفرقہ پڑ گیا، اور ایک دوسرے سے اعتبار اٹھ گیا، دل دشمن کا تو اسی سے ٹوٹ گیا تھا، مگر اس پر اضافہ یہ بھی ہو گیا، کہ رات کو زبردست آندھی چلی، اور ساتھ ہی بارش بھی گھٹا باندھ کے آہنچی، ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ ڈیرے جیسے غنیم کے سب اکٹڑ گئے، اور سب سلسلہ درہم برہم ہو گیا، بد انتظامی تو آگے ہی وطن موجود تھی بد قسمتی اور بدتر ہو گئی اور دشمن کو بجائے نبی، سردار لشکر ابوسفیان بمائتوں کا بھی سردار چھوڑ دیا، جو بھاگتے دکھائی دیئے اور سب میں اول وہ تھا مسلمان خوشی خوشی گھر لوٹ آئے، اگرچہ مال و متاع ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا، مگر جان بچی لاکھوں پائے،

مسلمانوں کو اپنے باپ دادا کا مسکن چھوڑے اب سالہا سال گزر چکے تھے، اور ان کے دل میں ایک درد وطن، اور محبت مکہ نے اور ان کے جن کو ان گھیرا، ساتھ ہی انہیں زیارت حرم کا اشتیاق حد سے بڑھا جاتا تھا، مسلمان کہتے تھے کہ کیا اللہ یہ کیا ظلم ہے کہ اور قوموں کے لوگ تو اپنے معبود کو جب چاہیں ہزاروں لوگ آئین جاتی ہیں، مگر ایک ہم جن پر نہ صرف طوائف کعبہ بند ہے، بلکہ مکہ معظمہ کا داخلہ بھی منع ہے، مسلمان اب بہت تنگ آ گئے۔ اور زیادہ زیادتی کہ والوں کی برداشت نہ کر سکے، انہوں نے قطعی فیصلہ کر لیا، کہ خواہ کچھ بھی ہو اب ہم ضرور زیارت کو جائیگے، اور طیاریاں شروع کر دیں، چنانچہ روز مقررہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۱۵۰۰) آدمی زیارت کے لیے ساتھ لے کر مکہ کی رخ روانہ ہو پڑے اور اپنے ساتھ (۱۰۰) اونٹ بھی قربانی کے لئے لے لے، یہ تمام لوگ نئے تھے، آپ کا حکم تھا کہ کوئی تاہم

ہتھیار بھی ساتھ نہ لے جائے، مبادا کہہ والوں کو ہم پر لڑائی کا شبہہ گزر جائے، مگر وہ ایسے
 سختی تھے کہ وہ ان کسی کے شک ولانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، انھوں نے مسلمانوں کا
 نام ہی سنا تو مکین باندھ لیں اور لڑائی کی ٹھان لی، آنحضرت معلّم کہ سے ایک منزلِ ادم
 ہی تھے، کہ کیفیت کفار کی آپ نے سن لی، اور وہیں ٹھہر گئے، وہاں سے ایک قاصد مکہ کو
 روانہ کیا کہ اون کو جاکے سمجھائے، کہ بھائی ہم کو غرض صرف طواف سے ہو اور زیارت سے
 جو ہمارے کوئی نیت لڑائی جھگڑے کی ہوتی، تو ہم احمق تھے کہ بغیر ہتھیار اور سامان کے ہم
 نیتے چلے آتے، تم اپنا آدمی بھیجو اور اپنی تشفی کر لو، کہ ہمارا بیان یہ صحیح ہو یا غلط، مگر کہہ والے
 بھلا کہاں ان باتوں کو مانتے تھے، انھوں نے ایک نہ سنی، اور یہی کہا کہ ہمارے ساتھ پہلے
 بلا مضابطہ عہد نامہ کرو، اور پھر ہم اندر آنے دینگے، چنانچہ باہمی شرائط تجویز ہوتی رہیں، اخیر
 فیصلہ مفصلہ ذیل شرطوں پر ٹھہرا، کہ (۱) اس سال تو مسلمان واپس چلے جائیں، البتہ اگر
 آئندہ سال آئینگے تو اجازت زیارت کی دی جائے گی، (۲) تین سو سے زیادہ مکہ میں
 قیام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (۳) اسلحہ ساتھ لانے کی سخت ممانعت ہوگی، (۴) اگر کوئی
 شخص مکہ والوں کا بلا اون کی اجازت کے مسلمانوں کی طرف چلا جائے گا تو مسلمانوں کو
 اسے فوراً واپس کرنا ہوگا، لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر کہہ میں آجائے تو مکہ والوں پر
 دس کی واپسی فرض نہ ہوگی (۵)، دس سال تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ
 نہ کرے گا، (۶) ہر قریش مسلمانوں کے ہم عہدوں سے مزاحم نہ ہوں گے، اور نہ قریش کے
 پیغمبر سے مسلمان مزاحم ہوں۔

مسلمانوں کی بڑی تعداد اس امر کے خلاف تھی کہ ایسے عہد نامہ پر دستخط کئے جائیں
 وہ کہتے تھے کہ ان شرائط کی قبولیت میں ہماری ہسکی ہو، آنحضرت صلعم نے ان کو سمجھایا کہ بھائی
 کیا تم کو شک ہے کہ کوئی مسلمان ہم سے بھاگ کر وہاں چلا جائیگا؟ سب یک زبان ہو کر کہنے لگے
 کہ نہیں، ہرگز نہیں، تو آپ نے فرمایا، اگر اونکا کوئی آدمی بھاگ کر ہمارے ہاں چلا آئے تو
 وہ ہمارے کس کام کا ہو، ہم کو اس سے پاس رکھنے کی کچھ ضرورت ہے؟ سب کہنے لگے کہ کوئی
 نہیں، اس پر آپ نے فرمایا تو پھر کیا ہرج ان شرائط کے مان لینے میں ہے۔ باقی شرائط پر
 ہم پہلے ہی سے کاربند ہیں، ہتھیار ہم لائے ہیں اور نہ آئندہ لائینگے، ہماری نیت صاف ہے،
 ہم صرف زیارت حرم کے لیے آئیگے، نہ کہ لڑائی کے لیے، ایسا ہی تین دن والی شرط میں بھی
 کچھ نقص نہیں، ہمارے لیے تین پہر بھی کافی ہیں، ہم مسلمان ہیں، ہم شرارت پسند نہیں کرتے،
 اگر یہ عہد نامہ نہ لکھا گیا، تو فساد بڑھے گا، اور ذہبت لڑائی تک جا پہنچے گی، اسے مسلمانوں نے غفلت
 خدا کا خون ہوگا، یہی مناسب ہے کہ سب رضامندی اس پر ظاہر کر دے، سب نے آمین کہی
 رسول اللہ صلعم نے دستخط اپنے ثبت کر دیے، اور مسلمان بلا زیارت بلا داخلہ مکہ واپس
 مدینہ چلے آئے،

اب حجاز میں شجر اسلام جڑ پکڑ گیا تھا، اور یہ اندیشہ ول سے دور ہو گیا تھا کہ اسے
 قریش کی آدمی یا یہود کا طرفان کوئی نقصان پہنچا سکے، چونکہ یہ اطمینان قوی ہو چکا تھا، اب
 آپ نے توجہ مبارک باہر کے ممالک کی طرف مبذول فرمائی، آپ اللہ کا پیغام دے تے، اس لیے
 یہ لازم تھا کہ وہ پیغام بری کیما ت اور پیغام اسی کی خبر فلک، فلک پہنچائی جاتی، اس حکم

آسی کی تعمیل میں آپ نے دعوتِ اسلام کے خطوط عرب کے ارد گرد ممالک میں شایانِ وقت کو اپنے دلچسپوں کی معرفت روانہ کئے، مراسلے سر بہر تھے، مہر پر محمد رسول اللہ "نقش تھا، آپ کے سفیر حبشہ - ایران - روم، شام اور مصر میں پتھیری پر روانہ کے پہنچے، تحریر صاف تھی، اور دست ویرانہ۔ ایسی تھی جیسے کہ ایک نبی اللہ کی شایان کے شایان ہو، بھیجے والا اس خط کا محمد جو خدا کا بندہ ہو اور خدا کا رسول ہو۔ بنام شاہ۔ ملک فلان۔ والی فلان۔ واضح ہو کہ سب خلقت خدا کی ہو، تم بندہ اوس کے ہو۔ میں تم کو اوس کی طرف۔ اغیب کرتا ہوں، اوس پر ایمان لاؤ اور عاقبت کا نفع اٹھاؤ۔"

نجاشی بادشاہ حبشہ نے توجیب سے آنحضرت معلّم کی رسالت کا ذکر سنا تھا، تب ہی سے اسلام قبول کر لیا تھا، مگر اب اوس نے علانیہ اپنا اسلام قبول کو مصعب کے سامنے تسلیم کر لیا۔ شاہِ روم نے بھی محمدی سفارت کی بڑی عزت کی اور تحفہ تحائف دیکر واپس کیا، دِل سے اسلام اوس نے بھی قبول کر لیا، مگر دائین بائیں اوس کے عیسائی ہی عیسائی تھے، وہ یہ جرات اوس وقت نہ کر سکا کہ لوگوں میں بر ملا اعلان کر دے، کیونکہ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ میرے مسلمان ہوجانے سے مبادا میری سلطنت میں فتور پھیل جائے، شاہ ایران البتہ سفیرے اچھی طرح پیش نہ آیا، مگر خدا نے اُسے جلدی ہی سزا بھی اس کی دیدی،

جنگ عسیر

یہودی اب پھر سر اٹھانے لگے، اور مسلمانوں سے جھڑپھاڑا اور خون نے شروع کر دی
 یہاں تک کہ اندر ہی اندر ایک بجاری لشکر کوڑا کرنے کا ساز و سامان اور خون نے ہمیا کر لیا
 اور سب انتظام مکمل کر دیا، ایسی چال چلے کہ مسلمانوں کو پتہ ہی نہ لگا کہ کیا ساز باز اور وہ یہاں

یہاں تک کہ اس سازش میں چند قبیلے مکہ کے بھی شامل کر لئے، اور یہ عہد کر لیا۔ کہ جو کچھ بھی ہو
 ایک دفعہ مسلمانوں کا قلع قمع ضرور کیا جائے تاکہ یہ آئے دن کا خدشہ مٹ جائے، مگر اتفاق
 حسنہ ایسا پیش آیا کہ ان کو خبر لگ گئی کہ یہود تو ہماری جنگی کے درپے ہیں، بس ہجرت کر گیا تھا
 مسلمانوں نے پیش بندی کی اور (۱۸۰۰ء) آدمی کا لشکر ان کے قلعوں پر چڑھ آئے، اور یکے
 بعد دیگرے سب ہی تسخیر کر لئے، صرف ایک قلعہ خیرہ گیا، یہ ایک بڑی بجاری مرکز سی
 پناہ غنیم کی تھی، یہودیوں نے فحیل قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ گئے، دونوں لشکر
 اندر باہر جم گئے اور لڑائی کے لئے تیار رہے، کوئی ایک دوسرے کا اکیلا دکیلا آدمی جو
 ہاتھ چڑھ جاتا تو دھچک کے نہ جاتا، گردیے آٹنے سانے ٹھل کے ہل نہ ہو مسلمان چاہتے
 تھے کہ کہیں یہ فیصلہ ہو اور ہم لوگ واپس گھروں کو جائیں، مگر یہ وہ اس طرح لڑائی لڑنے سے
 لڑتے تھے، اتنے میں حضرت علیؑ جو پہلے سبب غلات طبع لشکر کے ساتھ نہ آ سکے تھے،
 اب آئے، آنحضرتؐ صلعم ان کو دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوئے طبیعت علیؑ کی اگرچہ
 ابھی بدستور نا درست ہی تھی، مگر آپ کا رخ جو ادھر دیکھا تو انھوں نے فوراً زرہ
 بکتر لٹکائی، ہتھیار باندھ لئے۔ تیر ترکش چڑھائی۔ اور سرخ لباس پہن انشد اکبر انشد اکبر
 کہتے اترے میدان میں، جب علیؑ قلعہ کے دروازہ کے نیچے پہنچے تو اوپر سے سردار قلعہ کا
 بھائی خود مقابلہ کو نکل آیا، اور حضرت علیؑ سے اس کی ٹٹ بھیڑ ہو گئی، کچھ دیر تو وہ دُنا
 رہا، مگر آخر اس نے ایسی منہ کی کھائی کہ اس کی جان ہوا ہو گئی اور قلعہ کے آگے
 لشکر کے سامنے ڈھیر ہو کر گر پڑا، سردار قلعہ نے جیب بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے

اس طرح لڑتا لڑتا مرنے لگا، تو اس کے خون نے جوش مارا، چمک اٹھا، اور لشکر لیکر خود
 باہر نکل آگئے، اور لڑنے لگا، کہ تو نکل، حضرت علیؓ پھر بڑے اور دونوں بالموافقہ نکل
 میں نکل آئے، سردار بڑا قوی نکل، جو ان تھا، باہر ایک توفیق پہنچی سرین لکھتا تھا،
 دوسرے بھائی کے خون کا انتقام دل میں بڑی آہ بان سے لکھتا، اور دل توڑ کر مقابلہ
 کیا، مگر ادمر بھی شیر خدا تھے اور باتہ میں ذوالفقار، ایسی تلوار چلائی، کہ سردار مر حب کو
 سر سے پاؤں تک آسے کی طرح چیرتی پھاٹی دو برابر ٹکڑوں میں کاٹ گئی، پس یہ دیکھتا
 تھا، کہ مر حب کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا، سب نے بھاگنے کی کی، اور دوڑ کر قلعہ میں داخل ہو
 دروازہ قلعہ بند کر لیا، ادمر سے حضرت علیؓ نے دعا دے دی، مسلمانوں نے بڑے زور
 شور سے تعاقب کیا، اور دروازہ قلعہ توڑ کے اندر جا گئے، علیؓ نے بڑے نمایاں جوہر
 اس جنگ میں دکھائے، اور بڑا نام پایا، دروازہ اُٹھیر پھینکنے میں انھوں نے وہ زور
 باز دکھایا کہ تمام سپاہ دنگ ہو گئی، اور شش عیش کرنے لگی، یہود نے اپنے فعل سے پشیمانی
 ظاہر کی اور معافی کی التجا کی، آنحضرت صلیم نے سب کو یک ظم معاف کر دیا، اور ساتھ ہی
 یہ بھی کہا کہ جو نہ سب تم کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور جو دین تم کو تسلی قلب بخشا ہے، اختیار
 کرو، اسلام کسی پر جبر نہیں سکھاتا، اور نہ قرآن کسی پر سختی کی تعلیم دیتا ہے، مگر میں
 تم کو اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ میں پیغمبر خدا ہوں اور پیغام حق لایا ہوں، اسے
 سنو اور عاقبت کا نفع اٹھاؤ، ذات حق کو پہچانو اور یاد رکھو کہ اس کا کوئی
 شریک نہیں ہے، لا الہ الا اللہ

مالک الملک لا شریک لا	وحدہ لا آلہ لا ہو
عاشقان جانِ دل نثار کنند	برودہ لا آلہ لا ہو
صوفیانِ گزشتہ می طلبند	ذکرِ شانِ لا آلہ لا ہو
باغبانِ قدیم لم یزلی	مفتش لا آلہ لا ہو
طوقِ لغت نگندہ برابریس	حیرتش لا آلہ لا ہو
مومنانِ رانیم شد روزے	برکتش لا آلہ لا ہو
خوش درختے است دریاںِ شان	میوہ اش لا آلہ لا ہو
شمس تبریز گر خدا طلبی	خوش بخوان لا آلہ لا ہو

خبر کی لڑائی میں زینب نام ایک عورت کے چند ایک واقعہ مارے گئے تھے۔
 اوس کے دل میں یہ غصہ برپا تھا اور وہ دل ہی دل میں زہراؓ کو لگتی رہتی تھی، ایک دن
 اوس نے موقع جو پایا، تو آپ کے کھانے میں زہراؓ کو بلا دیا، جب آپ نے کھا، کھا شروع
 کیا، اور ابھی ایک آدمہ لقمہ ہی کھایا ہو گا کہ ذائقہ بہت بد مزہ معلوم ہوا، آپ نے ہاتھ
 کھانے سے اٹھالیا، اور صاحب کو بھی حکم دیدیا کہ اسے کوئی نہ کھائے، یہی تحقیقات کی گئی
 تو معلوم ہوا کہ اس میں زینب نے زہراؓ کو بلا دیا تھا، زینب بلائی گئی اور اوس سے دریافت
 کیا، اس نے اقبال کر لیا، کہ میں نے کچھ ضرور بلا دیا، اور وجہ اس حرکت کی یہ بتائی، کہ
 میں نے سوچا تھا کہ اگر محمدؐ واقعی پیغمبر ہے، تو اسے ہر کچھ تک جیسے گا، اور اگر میرا وار
 جہل گیا تو میرے بھائی بندوں کے خون کا بدلہ لے لے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ

زینب کا آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم سے

انہار زینب کا سنا تو اوس کی خطا و گدگد کر دی اور قطعی معافی دیدی، اگرچہ اس نے ہر کا اثر
تمام عمر آپ کے جسم میں موجود رہا اور بارہا شکایت تکلیف کی زبان پر لاتے، مگر زینب کو
زبان سے اُن تک نہ کہتے،

شاہان

مسلمین

ان ہی دنوں میں آنحضرت معلّم نے ایک مراسلہ بادشاہ غسان کو لکھا، اور اسلام کی
دعوت بھیجی، اوس نے اسلام کا چرچا اور آپ کی رسالت کا تذکرہ پہلے ہی کچھ سنا تھا، سفیر پہنچے
پر زیادہ ہی متاثر ہوا، اور اسلام قبول کر لیا، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش
آیا، کہ اس بادشاہ نے اپنی شاہی کٹے نشتہ میں اور پیش کی حالت میں ایک ہمکنس مسلمان کو ایک
طمانچہ مار دیا، عمرؓ نے حکم دیا، کہ جب تو اسے راضی نہ کرے گا، یہ گناہ تیری گردن پر رہے گا،
اور تیرے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جاوے گا، جیسا کہ تو نے اس عاجز کے ساتھ کیا ہے، تو
بیشک بادشاہ ہی، مگر اسلام کی نگاہ میں تو مرتکب جرم ہے، اور قابل سزا ہے، بادشاہ بڑا بھلا
اور کھنے لگا کہ یہ اسلام بھی کیا غضب دھاتا ہے، میں حاکم کیا ہوا۔ جو مجھے ایک طمانچہ مارنے کا
اختیار بھی اپنی رعیت پر نہ ہوا، یہ عجیب نوع کی مسلمانی ہے، کہ چھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز ہی
نہ رکھا جائے، اور حاکم و محکوم میں تفریق ہی اڑ جائے، عمرؓ نے کہا کہ اسلام اخلاق اور
انصاف پر مبنی ہے، یہاں شاہ و گدا کا درجہ اس لحاظ سے برابر ہے، بادشاہ بڑا گھبرایا،
اور سوچنے لگا کہ اب اگر میں مرتد ہو جاؤں، تب بھی خلاصی نہیں اور جو مسلمان رہوں تو یہ
میری توفیر ہے، اب میرا کسی طرح چھٹکارا نہیں، میں نے چھوڑا ان کا اسلام اور ساتھ ہی
اپنی سلطنت کا اختتام، بھاگ کے ملک شام کو چلا گیا، روایت ہے، کہ موت سے پہلے پھر

مسلمان ہو گیا،

اب عہد نامہ حدیبیہ لکھے سال ہو چکا تھا، مسلمان اس لئے زیارت کے لئے مکہ آئے تین دن قیام کیا اور رسم رسوم بجالائے، مگر زیارت کے لئے آنا مسلمانوں کا ایک ایسا پیدائشی حق جیسا کہ اور قوموں اور قبیلوں کا تھا، مگر مشرکان کہ ایک غایت درجہ مذخو آدمی تھے اور ہر وقت جیل محبت پر تلے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی بات سامنے رکھ کر فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑا غصہ سمجھا کہ بغیر لڑائی و خونریزی مسلمانوں کو کعبہ کا منہ دیکھنا نصیب ہو رہے، اس اظہارِ شکر گذار سی کی خاطر آپ نے مکہ والوں سے التجا کی کہ وہ آپ کی ضیافت منظور کریں، آپ نے سوچا کہ اس سے ایک تو آئندہ راہ و رسم باہمی پسندیدہ ہو جائیگی علاوہ اس کے کسی طرح کے ٹکڑے ٹکڑے جو دونوں میں ہون بھی جاتے رہیں گے، مگر قریش کم ظرف، همان نازی کا جواب انھوں نے زبان و راز میں دیا، کہنے لگے کہ تین دن کی سیاد و مہودہ گذر چکی ہے، آپ اب شہر سے باہر ہو جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ملال خاطر بہ نہ لائے، فوراً شہر سے نکل آئے، اور باہر آ کر اپنے خیمہ دیر سے لگائے، بعض اشخاص کہ آپ کے یہ اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ دیکھ کر بڑے گرویدہ ہو گئے، اور پسندیدہ نے اسلام بھی قبول کر لیا، خالد بن ولید جو جنگ احد میں آپ کے خون کے پیاسے تھے مشرف اسلام ہو گئے، عمر بن العاص نے بھی بیعت کر لی، ان ہر دو کا مسلمان ہونا ایک بڑی بھاری بات تھی، نہ صرف اسلئے کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر یہ بڑے مشہور و معروف شخص تھے، بلکہ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے پہلے سے بھی بڑا عکسِ شرف و عزت حاصل کی اور شہرت بھی ایسی کہ وہ اپنی مثال نہیں رکھتی،

آنحضرت معلّم نے حاکم بصرہ کی طرف اٹیچی روانہ کیا اور اس کام پر حارث کو مامور کیا، اُن کا راستہ میں اتفاق سے شجر بن عمر عیسائی لڑ گیا، یہ شخص قیصر کے دربار کے امیروں کھمروں سے تھا۔ ایک گھمنڈ اپنی امارت کا تھا، دوسرا دی عناد مسلمانوں سے، جو ہیں کہ مسلمانوں کے اٹیچی کو اٹھنے اکیلا پایا، فوراً حکم اوس کے قتل کا دیدیا، اور اُسے مروا دیا، حارث کے بے گناہ و بے قصیر لڑے جانے سے آپ کے دل پر بڑا صدمہ پہنچا، قطع نظر اسکے آپ اپنے ملک میں حاکم وقت تھے، قتل یا اٹیچی کوئی معمولی بات نہ تھی، جو دوسری طرف پر نظر انداز کی جاسکتی تھی، اس وقت خاموش رہنے سے آپ کے اپنے انتظام میں بڑا رنہ پڑا تھا، اور ملک میں سخت بد امنی پھیلتی تھی، آپ نے بعد سوچ بچار کے یہ فیصلہ کیا، کہ دشمن کو سبق سکھایا جائے، اور اس کا ایسا انسداد کیا کہ وہ کما حقہ کیا جائے کہ آئندہ یہ کسی بے گناہ مسلم کی جان کا تعد نہ کرے، آپ نے حکم ملکہ کا دیا، اس پھر تو کیا تھا، بین ہزار مسلم ہزار اسلام کے نام پر مرنے مارنے کو تیار گھر سے نکل پڑے، لشکرِ مخالف بھی دوسری طرف سے بڑا آ رہا تھا، موتہ پہ آ کے مقابلہ ہو گیا، دونوں طرفوں نے اپنی اپنی مصیبت جھادی، ہزارین نیام سے کھینچ لین اور کشت و خون شروع ہو گیا، لڑائی ایسی لگی، کہ خون کی ندیاں بہہ نکلیں، شجر بن کا بھائی لڑتا لڑتا مارا گیا، مگر خود شجر بن بھاگ گیا، سفیر کو مار دینا تو اس نے سہل سمجھا تھا، مگر اب جان بچانی اسے مشکل ہو گئی، دوڑ کر ایک قلعہ میں جا پناہ لی اور ہر قل سے مدد مانگی، ہر قل شاہِ قسطنطنیہ کا بھگڑا تھا، اس نے بڑی بھاری فوج مدد کو روانہ کی، ایک لاکھ عیسائی ایک طرف سے اور قریباً تین ہزار مسلم دوسری جانب سے، ایک دوسرے کے مقابلہ میں آنے سے آگے کے ٹوٹ گئے، آٹھ مئی ول لشکر و کیمکر مسلمان حواس باختہ ہو گئے

کھنے لگے، یا اللہ ہم تو اب فتح سمجھ بیٹھے تھے، یہ کیا ہو گیا، ہمیں اُٹنے لینے کے دینے پڑ گئے، یہ بلا ہم پر
 کمان سے آنازل ہوئی، یا رسول اللہ! تو پہنچ ہماری مدد کو، ہم تو بڑے پھنسے، اب بچنے کے نہیں،
 دشمن تو ہماری بوٹی بوٹی کاٹ کھا گیا اور یہ ہے کوئی جتیا جی بچ کے نہ جاوے گا، یا اللہ تو ہی آ
 اور ہمارا گڑا کام بنا، یہ گھبراہٹ مسلمانوں پر طاری ہی تھی، کہ ایک شیر دل جس کا نام
 عبد اللہ بن رواحہ تھا بول اُٹھا کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم آج کوئی
 نئے ردے کے مٹھے ہو، کہ غنیم کی سپاہ دیکھتے ہو کہ دل دہل رہے ہیں، کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ
 دشمن کی طاقت اوس کے لشکر بڑے، مگر ہماری ہمت ہمارا ایمان ہو، ہمیں شوق شہادت
 یہاں لایا ہو، چار اللہ اور نبی اللہ ہمارے ساتھ ہو، ہمیں خوشی اسلام کے نام پر کٹ کے
 مرجانے میں ہو، نہ کہ تعیاب ہو کے گھر جانے میں، اے مسلمانو! اے بھادرو! آؤ نکلو بڑھو
 مارو۔ مرو اور شہادت کا نام پاؤ، بس اوس کا یہ کہتا تھا کہ لشکر کے چاروں جانب سے
 اللہ اکبر اللہ اکبر کا فرہ بلند ہو گیا، مسلمانوں کے بچھے ہوئے دل پھر روشن ہو گئے اور وحرم کی
 آگ اندر سلگ اُٹھی، ہر مسلم کے من سے اسلام کے پریم کا ایک ایسا شعلہ نکلا کہ اوس کا
 آتن بدن اگن ہو گیا، علم بردار کا حکم دینا تھا کہ تین ہزار ایک لاکھ پر ٹوٹ پڑے اور اوسین
 لاکھ کاٹ کے کمیت کر دیات

انگست و فتح نصیبوں سے جو دے اے تیرے مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا
 لڑائی ترازو کے قول تل گئی، جانبین سے جانبازون نے بڑھ بڑھ کے جانیں دیں مگر مسلمان
 تو ایسا دل توڑ کر لے، جیسے میدان سے بچ جانا ہی اودن کے لئے گناہ تھا، دن بھر اودن کے

دائیں بائیں اُن کے ساتھی کتے مرنے سسکتے دم دیتے رہے، اور یہ اپنی آنکھوں دیکھا کرتے
 مگر کیا مجال کہ ان کا پاؤں جگہ سے ہٹے، یا دل ٹھکانے سے ہٹے، ایسے ڈٹ کے جیسے اعتقاد
 اسلام ان کے دل پہ جما ہوا تھا، عیسائی یہ حالت مسلم کی دیکھ مشدد و حیران رہ گئے، کہنے لگے
 یہ لوگ انسان ہیں یا کیا چیزیں، یہ کس مٹی کی ساخت ہیں، ان کہہ ہوا کیا جا رہا ہے، یہ کیوں
 مرنے پہ عاشق ہیں، اور کیوں جان سے اس قدر لاپرواہ، ہم نے سمجھا تھا کہ آخر یہ
 کہاں تک لڑینگے، ایک علاج دو ہوتا ہے، یہ تین ہزار مین اور ہم سو ہزار، ہم تو چور ہو گئے
 اس پر بھی یہ وار پہ دار کئے جا رہے ہیں، مسلمانوں کی استقامت کا عقدہ عیسائیوں سے مل نہ سکا
 نہ ان کی اسلام پر جان نثاری کا مسئلہ اُن کے دماغ تک پہنچ سکا، وہ نئی روح جو
 مسلمانوں کے اندر بیٹھ گئی تھی جو یہ صدقہ اور قربانی کر رہی تھی جس کے علم سے عیسائی بالکل
 بے بہرہ تھے، اتنے میں شام کی آمد سے اندھیرا ہو گیا، اور لڑائی ختم گئی، رات کو مٹھی بھر مسلمانوں
 نے جو باقی رہ گئے تھے، یہ صلاح کی، کہ صبح ہوتے ہی پھرو جاؤ ابول دین اور اسی میدان میں
 اپنے شہید ہمرائیوں کے پہلو پہ پلو خیمات حاصل کریں، عیسائی اُدھر باوجود اس قدر بھاری
 سپاہ کے کچھ شش پنج من بڑے ہوئے تھے، کہ اب لڑین یا پیچھے مڑیں، ادن کو اب یہ تو خوب
 فہم نشین ہو گیا تھا کہ جب تک کوئی نام کا مسلمان بھی باقی ہے، میدان نہیں دے گا، اگر
 وہ کچھ دل شکستہ سے رات بھر رہے، اور مسلمانوں کے تین سپہ سالار مارے جا چکے تھے،
 اب چوتھے حضرت خالدؓ تھے، اونھوں نے علم لیتے ہی پہلا کام یہ کیا، کہ دوسری صبح نور
 کے تڑکے اپنی تمام صفوں کا رخ اُن دیا، لشکریوں کو آگے پیچھے ہٹا، دائیں بائیں ہلا

ایک نئی شکل اور جدید صورت کا نقشہ بنا کے کھڑا کر دیا، تاکہ ایک نو دشمن کل کے تجربہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے، دو ٹم لڑائی کا زور سب پر یکساں رہے، جو فتح کے چور ہو گئے، مین، دشمن فوراً دم لینے کی فرصت بھی ہو جائے، دشمن نے جو مین یہ نیا انتظام دیکھا سمجھا کہ کوئی ملک آگئی، دل تھوڑا تھوڑا ان کا پہلے ہی سے ہوا جارہا تھا، اب بالکل ہی ٹوٹ گیا، بھاگ نکلے اور ایسے بھاگے کہ کہیں قدم نہ ٹھہرے، میدان موتہ مسلم کے ہاتھ رہا، اور نصرت اسلام کے نام لگئی تھی،

جنگ موتہ میں رسول کریم نے علم اپنا حضرت زید کے ہاتھ میں دیا تھا، جب وہ لڑتے لڑتے دشمن کے لشکر میں جا گئے اور وہیں شہید ہو گئے تو پھر علم حضرت جعفر نے لے لیا وہ بھی ایسے لڑے کہ کوئی کیا لڑے گا، پہلے تو اون کا ٹھوڑا زخمی ہو کے گر پڑا، پھر اون کا وایان باز وکٹ گیا، بعد شش بیان بھی اسی طرح کام آیا، آخر کو خود بھی شہید ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ کے آنسو نکل پڑے، آپ فرمانے لگے، کہ خیر ذاتِ باری نے ان دہانوں کی جگہ جعفر کو دیا، ایسے بازو جنت میں عطا کیے ہیں کہ وہ اڑتے پھرتے ہیں، اسی لئے اون کو تیار کہتے ہیں، ان وہ نوں پہ سالار۔ دن کے گزر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، یہ ہر سہ شہداء، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تقرر کر کے بیٹھے تھے کہ زید کی شہادت پر جعفر اور ان کی شہادت پر عبداللہ نشان لے لیں، ان تینوں کے گزر جانے پر چونکہ سردار لشکر کوئی مقرر نہ تھا، سپاہ خود قائد کو بالاتفاق انتخاب کر لیا تھا، اور علم اون کے ہاتھ میں دیدیا تھا، اون کی ترکیب

لقب مبارک

سید الشہداء

و ترتیب ایسی احسن ثابت ہوئی کہ غنیم کے ایک لاکھ دل سے اپنی مٹھی بھرنے کو صاف بچا لائے، اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صلہ میں اون کو صیغۃ اللہ کا خطاب عطا کیا، حضرت زید ودہی بیچارے یکس غلام حضرت خدیجہؓ کے تھے، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از بعثت آزاد کیا تھا، اور حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے، جو اس گروہ کے سرگروہ تھے جس نے حبش میں ہجرت کی تھی،

عہد نامہ حدیبیہ میں جو شرائط رقم کی گئی تھیں، بنجلہ اون کے ایک یہ تھی، کہ قریش مسلمانوں کے ہم عہدوں سے نہ لڑیں اور نہ اہل اسلام قریش کے طرفداروں سے کوئی فساد برپا کریں، اتفاق ایسا پیش آگیا کہ مکہ کے قرب و جوار میں دو قبیلے خزاعہ و بنی بکر رہا کرتے تھے، ان کا باہمی زارع شروع ہو گیا، اور فوجت بیخار سید کہ آپس میں لڑائی شروع ہو گئی، خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتحاد رکھتے تھے، اور بنی بکر قریش کے طرفدار تھے، اب چاہیے تو یہ تھا، کہ دونوں فریق اس تنازعہ میں نہ پڑتے، اور اپنے قول و قرار کو قائم رہتے، مگر قریش نے عہد نامہ کی تحریر پر جس کے وہ بڑے شائق اس وقت تھے پانی پھیر دیا، اور قبیلہ بنی بکر کو لڑائی میں ہر طرح سے مدد و معاونی شروع کر دی، معمولی مدد پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ اون کے ساتھ شامل ہو کر قبیلہ خزاعہ کے غلات میدان جنگ میں لڑائی بھی کی، اور عہد نامہ کی شرائط کو صریحاً توڑ دیا

شرح و آئین پر مدانہیں ایسے کافر کا کیا کرے کوئی

جب یہ غلات و زریٰ شرائط قریش کی جانب سے عمل میں آئی تو خزاعہ نے اپنا قاصد

غلات و زریٰ

شرائط عہد حدیبیہ

نبی اقدس کے پاس مدینہ بھیجا، اس نے آگے کہا کہ ہم پر اب وقت آجنا ہے، اود آپ کا اور ہمارا اتحاد ہے، قریش نے اپنا اتحاد توڑ دیا ہے، اس لئے اب ہمارا مطالبہ آپ سے ہے، کہ آپ ہماری مدد کریں، یہ آڑ اوقت ہے، اگر آپ اس وقت ہمارے کام آئیگے تو ہم یہ نیکی آپ کی کبھی نہ بھلائیگے، قاصد نے ساتھ ہی ایک اور بھی حرکت قریش کی بتائی۔ کہ یہ لوگ لڑتے لڑتے حرم محترم کے اندر بھی جا گئے ہیں اور ان ناپاکوں نے مقدس معبد کو خون سے آلودہ کر دیا ہے بلکہ کئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بھی مارے جا چکے ہیں، حالانکہ یہ نیک رسم اور پاک رواج حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر چلا آتا تھا، کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے بھی حیاں آ پناہ لے، تو وہ گرفتار نہیں کیا جاتا تھا، اس قدر منزلت و توقیر سے اس جگہ کو دیکھا جاتا تھا، چہ جائیکہ یہ لوگ ایسی امن گاہ کو زرم گاہ بنالین اور وہاں جا کے انسان کا خون بہائیں۔ ع

کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مارا

نبی اقدس نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہیں، اور اذن کے گناہ کی ناوا اب بھر چکی ہے، اس قدر مباحی اور اتنی بے حیائی کہ کعبہ میں جا کے یہ ایک دوسرے پر تلواریں گسیٹیں، آپ نے فرمایا کہ یہ مجھ مرتد کے لئے نہیں ہے، یہ مسلم کا معبد ہے، قاصد سے کہا۔ کہ خلاف ورزی ضرور اذھون نے کی ادم مستحق مدو کے ہو، اگر اب میں تمہاری مدد نہ کروں۔ تو اقدس تو میری مدد نہ کیجیو، یہ کہا اور کپڑے چڑھائی کا حکم دیدیا،

نبی اقدس نے نظر مصطمت یہ خبر کہہ والوں سے خفیہ ہی رکھی، اور کوچ کا حکم دیدی لشکر پر، وھوم وھام سے اور بلا آن سے نشان پیغمبری اٹھائے اور علم احمدی اڑ لئے سرپرست

چلا آتا تھا، جہاں جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گزرتی، مسلمان ہر کاب ہوتے چلے جاتے، اور ہون کیوں نہ، یہ کہہ کی چڑھائی تھی، وہ کہ جہاں قریش مسلمانوں کو غلاموں سے بھی بڑھ کر کمتر و احقر سمجھتے تھے اور ہر وقت ان کو ملعون و تشنیع کرتے تھے، وہ کہ جہاں طواف و زیارت کے لئے ہر قوم و قبیلہ کے لوگ تو بلا اجازت آئین جائیں، مگر مسلم وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے، وہ کہ جو سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کے باپ دادا کا مسکن رہا ہو، مگر حرم قبولیت اسلام مکہ والے انہیں مار مار کر باہر نکال دیتے تھے، وہ کہ جہاں قریش مسلمانوں کو اس تعصیب میں کہ وہ رسول خدا کو گالیان فش و کفر قریش کو خوش کیوں نہیں کرتے، نکلا کر کے گرم ریت بچھا کر اوپر بھاری پتھر لٹکھ کر جان سے ہلاک کر دیتے تھے، یہ وہی مکہ ہو، جس کی آج چڑھائی تھی، پھر بملا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دعا داسنے اور شامل نہ ہو جس کی آج چڑھائی تھی، پھر بملا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دعا داسنے اور شامل نہ ہو، جس کی رگون میں کچھ بھی غیرت کا خون باقی تھا، اٹھ کھڑا ہوا، جسے ذرا بھی تنگ اسلام تھا۔ تیار ہو گیا، کہ پہنچے تک بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) جوان سامان جنگ عرب سے ہر طرح آراستہ نبی اللہ کے جھنڈے سے تیار اور اسلام کے نام پر جان نثار ساتھ شامل ہو گیا، مکہ کے نزدیک پہنچے سب نے خیمے لگائے اور ڈیرے ڈال دیے، مکہ کے ارد گرد گویا ایک نیا شہر آباد ہو گیا، جہاں آنکھ پڑتی روشنی ہی روشنی دکھائی دیتی، اور جدھر نگاہ پڑتی آگ ہی آگ نظر آتی، یا تو کہ واسے بے خبر خواب خرگوش میں سوئے پڑے تھے، یا اب یکایک چونک اٹھے، پتہ انہیں تب ہی لگایا کہ مکہ گھر گیا، اور چھوٹا بڑا سبنا کہ بند ہو گیا، مکہ واسے کسی کا یہ بے اقبال

اور اس کا یہ حسن انظام دیکھ جان کے جہان تے وہیں رہ گئے، ایک دوسرے کی
طرف مشتہد و حیران ہو دیتے تھے اور کہتے تھے، کہ یہ کیا ہونے لگا ہے، انہیں خیال تو گزرتا
ہوگا، کہ کبھی وہ بھی دن تھا، جب ہم اس شخص کے دماغ کا خلل دور کرنے کے لیے اور
اس کے سر سے جن نکلنے کے لیے اندری دکا بن بلانے کی تجویزین کیا کرتے تھے،
یا آج یہ دن ہے کہ یہ ہماری سرکوبی کے لیے (۱۲۰۰۰) سپاہ کیساتھ دوازہ ہونٹا ہے،

لوگ تو جتنا بھی گھبراہٹ میں بجا تھا، کیونکہ یہ بات ہی گھبراہٹ والی تھی، مگر سردار
ابوسفیان کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے، بھلا اب کسے بھی تو کیا، اور جائے تو کہاں جائے
ابوسفیان کا
مسلمان ہونا

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، اور حرا و حوا کی پھرتا تھا، جیسے کوئی بھولا بھٹکا مسافر منزل
سے دور تھکا وٹ سے چور مارا مارا پھرتا ہے، اور اُسے کوئی راہبر نہیں ملتا، اسی
عالم میں سرگردان وہ ذرا شہر سے باہر نکلا کہ میں ذرا اپنی آنکھوں سے جاویں تو
سہی، کہ یہ کس قدر جمیت ہے، جو ہماری تباہی کو آمو جو ہوئی ہے، آخر کوئی صورت بھی
جس سے یہ بٹل جائے، اور ہماری جان بچ جائے، ایسا اتفاق پیش آیا کہ حضرت
عباسؑ سے جو لشکر کے ساتھ تھے، ابوسفیان ملاقی ہو گیا، اور بڑی منت و زاری سے
استدعا کرنے لگا، کہ اگر آپ سے کچھ ہو سکتا ہے تو ہمارے لیے اس وقت کرو، ورنہ ہم لوگ
برباد ہو جائیں گے، اور کہہ کی اینٹ سے اینٹ بچ جائیگی، عباسؑ نے کہا کہ تم افسند پھر دوسرے
رکھو، اس پر ایمان لاؤ، اور ان تون سے اپنی جان چھڑاؤ، چلو میں تمہیں رسول اللہ ﷺ
کے حضور میں لے چلتا ہوں، وہ تمہاری عقدہ کشائی کریں گے، اور تمہاری قوم کی مشکل

حل کر نیکے میرے ساتھ آؤ، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے لئے امان چاہوں گا، یہ بات چیت ہو ہی تھی کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا، دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور شمشیر برہنہ لئے ابوسفیان کا سر کاٹنے کو دوڑے، کہ یہ کافر یہاں کدھر سے آیا ہو، حضرت عباسؓ نے جو یہ رنگ بگڑا اس طرح دیکھا، تو وہ رسول کریمؐ کی جناب میں بھاگے گئے، اور جا کے وہاں عرض معروض کی، اور ابوسفیان کی جان بخشی کر اگر آ عمرؓ کو اطلاع دی، ورنہ انھوں نے تو نشان لی تھی، کہ شخص گردن زدنی ہے ابوسفیان کی جب جان بچی اور امان ملی تو وہ حضور میں حاضر ہوا اور آکے مشرت باسلام ہو گیا۔

نیکس جہاں میں امان ملی جو ملی تو پھر وہ کمان بلی میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے غنودہ نوازمین نبی اللہؐ نے اپنے سر و لبوں ابوسفیان سے بات چیت کے بعد یہ حکم دے دیا، کہ اس جنگ میں تین کس کا قتل مسلمانوں پر روا نہ ہوگا، اول اوس کا جو غایہ کعبہ میں داخل ہو جائے، دوم اوس کا جو اپنا گھر چھوڑ کر مقابلہ کو سامنے نہ نکلے، سویم اوس کا جو ابوسفیان کے گھر چاہا لے، اسے ابوسفیان کی عزت و حرمت نہ صرف مسلمانوں میں بڑھ گئی، بلکہ اوس کی جاہ و منزلت مکہ والوں میں بھی بدرجہا زیادہ ہو گئی، نبی اللہؐ نے یہ بھی حکم دیدیا، کہ جب لشکر کا کوچ ہو، تو ابوسفیان کو ایک اونچی جگہ بٹھادیا جائے تاکہ وہ کل نظارہ بخشیم خود دیکھ سکے، اور کہ والوں پر حقیقت حال عیان کر سکے، تاکہ خلق خدا کا ناحق خون نہ بچ جائے، چنانچہ تعمیل فرمان اُسے بلند جگہ پر چڑھا کر بٹھادیا، ابوسفیان لشکر کی غلٹ دیکھ کر عباسؓ سے کہنے لگا کہ تمہارے پیچھے کو تو بڑی بادشاہی ملی ہے، انھوں نے کہنا یہ بادشاہی نہیں بڑیہ بدیہ پیغمبری ہے۔

ابوسفیان نے نبی اشد سے درخواست کی، کہ مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے۔
 تاکہ میں قبل اس کے لشکر و اردو نہ ہو، میں وہاں پہنچ جاؤں، اور مکہ والوں کو راہِ راست پر
 لانے کی کوشش کروں، ایسا نہ ہو، کہ کہیں وہ احمق مقابلہ شروع کر دیں اور اپنی جانیں
 ناحق تلف کرالیں، ابوسفیان اجازت حاصل کر کے مکہ چلا آیا، اور کعبہ میں کھڑا ہوا کہ بلند
 آواز سے کہنے لگا کہ اے مکہ والو، فطیر سی بات غور سے سنو، وقت نازک ہے، توبہ سے
 سنو، میں ابھی مسلمانوں کے لشکر سے آ رہا ہوں، اور تمہیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں
 اُمید ہے، کہ تم پوری پوری توبہ سے اسے سنو گے، اے مکہ والو! ہٹ و مری اور خیر
 استقلال اور شے ہے، تم غصہ نہ کرو، اور میری سنو، تم مطلقاً اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے
 میں سب دیکھ بھال آیا ہوں، اسلئے تمہاری تمام کوشش مقابلہ کے لیے بے سود ہے،
 اور محض لا حاصل ہے، تمہارا سب کچھ رائیگاں جائیگا، اور تمہیں ہاتھ بھی بچہ نہیں آئیگا،
 لشکر کی غفلت کا اندازہ اور فوج کے اختتام کی خبری مجھ سے بڑھ کر تو تم نہیں دیکھ سکتے،
 میں سب کچھ ان آنکھوں مشاہدہ کر آیا ہوں، اور سبھی کچھ دیکھ بھال آیا ہوں، میری
 سنو تو لڑائی کا وہم و گمان بھی نہ کرو، سچ پوچھو تو اب نجات ایک ہی بات میں ہے جو
 سلامتی اپنی اور جاتی اپنے بال بچہ کی چاہتے ہو، تو خدا کے واحد پر ایمان لاؤ، اور ان
 جنوں سے اپنی جان چھڑاؤ، ہم پر یہ سب عذاب اور تمام عتاب ان کا لایا ہوا ہے،
 انھوں نے کب کسی سے وفا کی، چھوڑو ان کو، جو یہ ہم سے چھوٹ جائیں، تو یقین جانو
 کہ ہم دنیا کے دکھوں سے چھوٹ جائیں، اے مکہ والو! اب یہ لشکر چڑھا آ رہا ہے یہ لشکر

خدا کا ہے، اسے خدا کے گھر سے آج بُت نکال دینے ہیں، یہ خدا کا گھر ہے، نہ کہ بتوں کا، ہم سب بندے خدا کے ہیں، اور محمد رسول خدا کا ہے، اسے میرے بھائی بندہ گوش ہوش سے میری زندہ استخوان، خدائی لشکر پہنچا کہ پہنچا، بس گھڑی ہو کہ پل، جس کسی کو پناہ لینا ہے، یا خانہ کعبہ میں ٹھہرے، یا اپنے ہی گھر کے اندر رہے، یا میری زیر پناہ آجائے، ورنہ مارے جاؤ گے اور پھینکاؤ گے، اے کہہ والو مجھے اللہ نے اپنا نور عطا کیا ہے، اور محمد صلعم نے مجھے مسلمان کر لیا ہے.....

یہ ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا، کہ اوس کی بیوی ہندہ، وہی بد باطن ہندہ، جس نے عمرہ کا کپڑہ نکال کر چھایا تھا اسے مکمل آئی، خاندان سے کہنے لگی، اے بے غیرت تو تو اپنے باپ دادا کا مذہب مت ترک کر بیٹھا ہے، اب ہمیں بے دین کیس لئے کرتا ہے، اُدھر جاے اور ہمارے بتوں کے سر پرانی ہے، اُدھر تو نے ایک نئی آفت لا ڈھالی ہے، اے قوم فروش یہ اتفاق کا وقت تھا، کہ باہمی ہلکے اتحاد سے غنیمت کا مقابلہ کرتے، اے بے ایمان اور اُدھر انسان، تو تو مجھ پر محمد کا، تو تو جاسوس ہے دشمن کا، اے کہہ والو! کہاں ہے تمہاری قوم کی غیرت اور کہہ دو تمہارے دھرم کی لاج، آؤ بڑھو، پکڑو، مارو، اسے جانے نہ دو، اسے سنگسار کرو،

ایسا طوفان بدتمیزی چکا کہ لوگ اوس کی بوٹی بوٹی کاٹ کھانے کو تھے، کہ یہ کیا یک اُدھر شور اُٹھا، کہ محمدؐ می لشکر دروازہ پر آگیا، سب کو اپنی اپنی پڑگئی، جدھر جس کا منہ اُٹھا پناہ کے لیے دوڑا، گھڑی پل میں تمام منتشر ہو گئے، اور اپنے اپنے ٹھکانے

ابو سفیان کی بیوی
اسے ذلیل کر

نہج

پناہ جاگزین ہوئے، لشکر کی حالت یہ تھی، کہ علم فوج کا شیر بر خاند کے ہاتھ میں تھا، نبی اللہ
 خود تھوڑا اونٹنی پر سوار تھے، اور سیاہ لیا س زیب تن کئے تھے، دائیں بائیں آپ کے بارہ
 ہزار مہاجر و انصار تلواریں اٹھائے، نیزے ہلاتے، نشان اڑاتے اسلام کے نام پر
 جان نثار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت میں سرشار برابر بڑے چلے آتے تھے، اور بکسیر (الکبیر)
 اور تھلیل (لالہ اللہ اللہ) کے فرقہ چاروں طرف سے بلند کئے جاتے تھے، اب لشکر عین
 دروازہ دروازہ پر پہنچ گیا، اور بلاروک ٹوک سیدھا شہر میں داخل ہو گیا، البتہ اس نامی
 جاہل ابو جہل کا بیٹا حکمرانہ جہالت کے بغیر نہ رہ سکا، ایسے جاہل سے بھلا اس کے سوائے
 اور توقع بھی کیا ہو سکتی تھی، اس نے کیا کیا، کچھ اوباش و بد معاش شہر کے اور کچھ
 بچے لنگڑے ارد گرد کے اکٹھے کر لئے، اور ایک گردہ بنا کے، ایک گھات میں آ بیٹھا،
 جب خاندان سے گزرے، تو اس نے تیر چلانے شروع کر دیئے، معمولی سی ٹٹ بیڑ
 ہوئی، تین مسلمان اور میں مشرک مارے گئے، ابو جہل کا بیٹا اپنی جہالت کا نمونہ دکھا کے
 بھاگ گیا، اور یہی اس سے اُمید تھی، علاوہ برین کچھ عورتیں بھی ایک جگہ جمع ہو گئیں،
 اونھوں نے اپنے سر کے بال کھول دیئے، اور کپڑا سر سے اتار کر گھوڑوں کے منہ پر مارنا شروع
 کر دیا، غالباً اس خیال سے کہ گھوڑے بڑھکیں، مگر یہ سب بگڑا بیسکیان ہی تھیں، لشکرِ خدائی
 شہر میں داخل ہو چکا تھا، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ چکے تھے، اب باقی رہ گئی
 کیا تھا، نبی اللہ نے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا، اور پھر حرم محترم میں داخل ہوئے،
 (۳۶۰) بہت اور تعادیر وہاں اندر موجود تھیں، آپ نے اپنے دست مبارک سے ہر ایک

بُت کو چور چور کیا، اور تصویرِ دن کو جو دیوارِ دن پر نقشِ تعین و معلوایا، سب سے بڑا بت ہنس گیا تھا، جس کے روبرو ہر مصیبت میں مصیبت زدہ جاسرنگون ہوتے تھے، اور جس کے حضور میں جا کے مَن کی مرادیں مانگتے تھے، یہ بُت بہت اونچائی پر تھا۔ نبی اللہ نے حضرت علیؑ کو اوپر چڑھایا، اور اون سے اوس مورتی کا چکنا چور کرایا، جب آپؐ کسی بُت کے قریب آئے توڑنے کے لئے جاتے تھے، تو ہر دفعہ یہ کلمہ کہتے تھے، ”حق آیا اور جھوٹ گیا“ ”حق آیا اور جھوٹ گیا، جب یہ سب غلاطت و صوفی گئی، اور خدا کے گھر سے تون کی صفائی ہو گئی تو آپؐ نے پھر شہر کی طرف رُخ کیا، آدمی شہر میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کبھی نہ کبھی گستاخی نہ کی ہو، یا طعنہ نہ مارا ہو، یا آپؐ کو ذلیل و رسوا نہ کیا ہو، یا آپؐ پر اینٹ پتھر نہ چلایا ہو، یا اور کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا مُنہ نہ کالا کرایا ہو، مگر آج حساب کتاب کا دن تھا، ہر بشر خائف تھا، کہ میری خیر نہیں، جو جو جس نے کیا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا، از ماست کہ بر ماست، گردنی خویش آمدنی پیش، جہان دیکھو سہلگین آنکھ ہی نگاہ پڑتی تھی، ہر مُنہ پر مُردنی چھائی تھی، اور ہر بشر کے سامنے اس کی موت جسم کھڑی تھی،

ترحمہ رسولؐ سرورِ پاک	بجان اُفتادہ ام بردارِ زندگ
سیرِ روزِ مہ کام و سیاہ دل	ز آبِ لطفِ خود بر شے یل
کسے جز تو نباشد دستگیرم	مرا گذارتا غنی میریم

آنحضرت صلعم شہر کے اندر پہنچ کر لوگوں سے مخاطب ہو کے کہنے لگے، کہ اے قریش! آج اہتمام کلون نہیں ہو، آج روزِ رحمت ہو، جو جو حرکت تم سے کسی نے میرے ساتھ یا میری امت کے کسی آدمی کے ساتھ شرافت سے دو ریا اخلاق سے بغیر رحمت بعید کی ہوئی ہو، ہم نے اُسے بھلا دیا، تم بھی اب اُسے خاطر پہ نہ لاؤ، اے قریش! تجاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا، آئندہ ہر بدی سے پرہیز کرو، اور خدا سے مدد مانگو، اور اعلان عام کر دیا، کہ کوئی مسلم کسی مشرک سے کوئی چھیڑ چھاڑ کسی قسم کی نہ کرے، یا تو مکہ ماتم کہہ بنا ہوا تھا، یا اب گھر گھر شادیاں بننے لگے، یکایک سب کے چہرے روشن گئی گذری رونق پھر آئی ہوئی، اور خوشی و شادی نے انہیں پھر اپنی شکل دکھائی، یہ دریا ولی اور فراخ حوصلگی بنیبر کی دیکھ کر لوگ فریفتہ ہوتے جاتے تھے، اور بار بار یہی زبان بولتے تھے، کہ ہم لوگ تو اتنی دیر بھولے ہی رہے، ہمیں کیا علم تھا کہ محمد مجسمِ رحمت ہے،

عکرمہ بن ابوجہل تو بھاگ گیا تھا، اوس کی بیوی یسین تھی، سرکارِ میں حاضر ہوئی اور خاندان کی جان بخشی کی درخواست کی، یہ عکرمہ فتح مکہ والے روز بھی شہر آئے کئے بغیر نہیں رہ سکا تھا، تین مسلم اوتیس اپنی طرف کے قتل کر کے روپوش ہو گیا تھا علاوہ برین دونوں باپ بیٹا عمر بھران ہی ریشہ و انہوں میں ہمہ تن مصروف رہے، کہ رسول اللہ صلعم کا سر کس طرح کاٹا جائے، اور سوا اونٹ اور ہزار سکہ چاندی انعام آپ کے سر قلم کرنے کے لئے رکھنا بھی اسی اہل خاندان کے

جاہلون کا کام تھا، مگر آنحضرت مسلم نے سب کچھ یک قلم بھلا دیا اور معاف کر دیا، جب حکمران کی بیوی اور ان برقع پوش حکمران کو ساتھ لے کے جناب میں حاضر ہوئیں، تو آپ ایسی اتفاقاً دربار طے پیش آئے، کہ جیسے کوئی بکھرے دوست ملتا ہو، حکمران نے آخر صیغہ بھی کر لی اور مسلمان ہو گیا ساتھ ہی ان اور بیوی بھی مسلمان ہو گئیں،

ایک بدکردار بنام ہتبار تھا، اس نے نبی اللہ کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کو جب وہ حاملہ تھیں اور مدینہ جا رہی تھیں بڑی بے رحمی سے پتھر مارے تھے، اونٹ سے گر دیا تھا، اون کو بڑی چوٹ آئی، اور سخت تکلیف پہنچی تھی، اسی صدمہ سے اون کا حمل سقط ہو گیا، یہ ہتبار نا ہنجا رہی دوبار میں حاضر ہوا، اور دست بستہ معافی چاہی، نبی اللہ نے معاف کر دیا،

ایسا ہی ایک شخص کعب بن زہیر ایک عجب فتنہ پرور تھا، خدا کی شان بڑا قابلِ شاعر اور خوب ذہن رسا رکھتا تھا، مگر اوس کی تمام ذہانت آنحضرت مسلم کی بھولنے میں خرچ ہوا کرتی تھی، صدمہ صدمت دیکھا کاربرین ذہن رسا، اس شخص کے ذریعہ قلم مسلمانوں کو اتنا نقص پہنچا، جتنا ہزار کفار کے ذریعہ ہندوستان پہنچا ہوگا، اب یہ ایک قصیدہ لکھ کر لایا، مدعا معافی تھا، آپ نے معاف کر دیا،

ایک شخص حبشی لاکا خوشی تھا، یہ وہی سیاہ نسل دسیاہ دل تھا، جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا، جو آنحضرت مسلم کے چچا تھے، اوس نے بھی سرکار میں حاضر ہو کے اپنی حرکت پیشانی ظاہر کی، آپ نے اسے معاف کر دیا، حبشی کہا کرتا تھا کہ کفر میں جس طرح خیر اناس

اپنی دختر کے
قاتل کو معافی

شاعر زہیر کو معافی

حبشی خوشی کو معافی

حمرہ میرے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اسی طرح اسلام میں شراناس سیکھ کذاب میرے ہاتھ سے فنی النار ہوا ہے، یہ کذاب وہی شخص ہے، جس نے دعویٰ پیمبری کا کیا تھا،

اب آئی وہ کینہ سے بھری، اور ڈاؤ اور کپٹ والی ہندہ، جنگ اعد بھی اپنے خاوند کو طعن و تشنیع کر کے اسی نے کرائی، اس پر قناعت نہ کر کے خود لڑائی میں گئی، اور بنی اشد کے کے چچا حضرت حمزہ کی لاش پہ چڑھ کر اوپر بیٹھ گئی، اون کا ناک کان اس بدنہ خود کتر ڈالا اور ڈائن نے اون کا کلیجہ نکال کر اپنے منہ سے چبایا، پھر اس عورت نے فتح مکہ والے روز اپنے خاوند کی وارسی کپڑے اُسے خوب مارا پٹیا اور گھسیٹا، اور یہ صفت اس فقیر میں کہ اوس اسلام کیوں قبول کیا، بایں ہمہ آنحضرت صلعم نے اُسے بھی معاف کر دیا،

سبحان اللہ کیا ٹھکانا در رحمت کی طرفیانی کا تھا، ہر غلاطت و عفونت گماہ کی آگے بھانے گیا، رسول اللہ صلعم نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں کو، اپنی نور چشم کے قانون، اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والوں کو معافی دیدی، اور قلعی معافی، قتل عام تو ہم نے بہت سنے ہیں، مگر قانون کو معافی عام کہیں نہ سنی، جو عقل سے بوجہ تو وہ تو اب بھی نہ مانے کہ ایک بندہ بندگان خدا پر اتنا رحم و فضل کر سکتا ہے، مگر اس بیچارے بھولی بھٹکی عقل کو اس ایک کی کیا خبر ہے، وہ ایک رسول خدا ہے، وہ ایک رحمت کا دریائے نہ اُسے کینہ سے کام ہے نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ اور محبت کا منبع ہے، وہ ذات کبریا ہے، وہ حبیب خدا ہے، یار رسول اللہ حبیب خالق کیا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی
نور چشمہ انبیا چشمہ چراغ ماتوئی
نازین حضرت حق مید رہدیر کائنات

مردار ابو سفیان کی
کی بیوی ہندہ کو معافی

معافی عام

یا رسول اللہ تو دانت امتانت عاجز نہ

عاجزان را رہتا دجلہ را و ا توئی

ان ہی ایام میں ایک اچھے گھرانے کی بڑی متمول عورت بجوم چوری گرفتار ہو گئی

جرم ثابت ہو گیا، اور مطابق قانون دقت اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا گیا، عورت بڑے

رسوخ والی تھی، بڑے بڑے لوگ سفارشی آئے، اور اس کے عرض کی، کہ اس کا پیشہ چوری

نہیں ہے، نہ اسے کسی چیز کی پرواہ ہی پڑی ہے، مگر یہ فعل شامت اعمال کو بیٹھی ہے، آپ

اسے معافی دین، اس پر رحم کریں، آپ نے فرمایا کہ امیر و غریب کے ساتھ اللہ کی حد

ساوی ہیں، پہلی اُمتوں میں ایسی تو خرابی واقع ہوئی ہے، کہ لوگوں نے غریبوں کے

لیئے ہی تمام قاعدے نافذ کئے، اور اونچے لوگوں کے ليئے کوئی قید نہ رکھی، قسم اس خدا

کی جس کے یہ قدرت میں مٹاؤ کی جان ہے، کہ اگر محمد کی لڑکی فاطمہ بھی چھپی کرے، تو اسکا

ہاتھ بھی اسی طرح کاٹا جاوے گا جس طرح اس چور کا، مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہئے کہ میں میرٹن

کے ليئے ایک علیحدہ قانون بناؤں گا، اور غریبوں کے ليئے علیحدہ، مجھے ہر دو آنکھیں برابر

ہیں، سفارشی اپنا سامنہ لیکر چلے گئے،

تبلیغ حق کا آپ کو ہر وقت اور ہر ساعت خیال رہتا تھا، آپ نے ایک دن ایسا

کیا کہ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے، وہاں جا کے کہ والوں کو اور قرب و جوار کے قبیلوں کو بھی

بلایا اور بڑی راہ و رغبت سے بٹھایا اور پیغامِ حق اودھیں سنایا، آپ نے اُن سے فرمایا

کہ اسے لوگو، اگر تم خدا پر ایمان لاؤ گے تو نفع پاؤ گے، ورنہ عاقبت کو بچھتاؤ گے، تم کو

واضح ہو کہ اس خاطر کہ تم مسلمان ہو جاؤ، تم پر کوئی کسی طرح کا جبر و تشدد نہیں کیا جائیگا،

سفارشی چھپ

کیے نامعلوم

واقعہ کو صفا

نہ کسی قسم کی سختی رد رکھی جائیگی، مگر جتنا اور راہ مستقیم بتانا میرا فرض عین ہے، کیونکہ میں پیغمبر خدا ہوں اور خدا سے تمہارے لیے یہ پیغام لایا ہوں، مجھے اپنا فرض ادا کرنا ہے، اور تمہیں اسلام کا راستہ بتانا ہے، اب جس پر چلو یا نہ چلو یہ تمہارا کام ہے، اسے لوگو جواب دہی تمہاری ہوگی، باز پرس تم سے ہوگی، یہ سوچ لو اور پھر غور کرو کہ تم مٹی کے بت پوجو گے یا خلقت کے خالق کی پرستش کرو گے، اسے لوگو اپنا فائدہ نقصان خود دیکھ لو، اگر تم نے اب نہ دیکھا، تو پھر کب دیکھو گے،

وہ فخر عرب زبِ محراب و منبر تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور سوئے دشت اور چرٹکے کو ہمنہا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا تیری ہر بات کا یان یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو اصرار میں ہے
کہا کہ مری بات یہ دل نشین ہے تو سن لو خلافت اس میں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یان سے ہے جانے والا
دُروادس سے جو وقت ہے آنے والا

دہ بجلی کا کردار تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمین جس نے سدی ہادی
نئی اک گلں سب کے دل میں لگا دی اک آوازیں سوتی بستی بگا دی

پڑا ہر طرف فل یہ پیغام حق سے

کہ گونج اُٹھے بشتِ جہنم نامِ حق سے

کہ ہر ذاتِ واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کا ہر فرمان اطاعت کے لائق اسی کی ہر سرکار خدمت کے لائق

گھاؤ تو گڑا اس سے اپنی گھاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

نصاری نے جس طرح کھایا پودھو کا کہ سمجھے وہ عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زہرا ایسا میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا
سب انسان میں جس طرح دان برنگدہ

اُسی طرح ہوں میں بھی اک اوسکا بندہ

بنانا نہ تڑبت کو میری صنم تم نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بچا رگی میں برابر میں ہم تم
مجھے دی ہے بس حق نے اتنی بزرگی

کہ بندہ بھی ہوں اوسکا اور اٹھی بھی

مسلمانوں کا اقتدار بڑھتا دیکھ کر قبیلہ ہوا زن اور قبیعت کے سرداروں کو یہ شبہہ طعنتا

ہوا زن جنگ

گیا کہ مسلم نے کہ تو لے لیا ہے، اب باری ہماری ہے، ہماری اب خیر نہیں، یہ جنوں اون کے
دماغ میں ایسا گھر کر گیا، کہ ہر وقت اسی خط میں لگے رہتے تھے، اس بناؤ پر اونھوں نے
تیار یان جنگ کی بھی شروع کر دیں، اور ایک بھاری لشکر کہ پودھا واکرنے کے لیے

کھڑا کر لیا، ادھر نبی اللہ کو جب یہ خبر ملی تو کہ بچانے کے لیے اونھوں نے بھی اپنا اختتام شروع کر دیا۔
 آپ نے یہ حکم دیا کہ قبل اس کے کہ غنیمت کہ شہر کے اوپر چڑھ آئے، اُسے راستہ میں روکا جائے،
 چنانچہ بارہ ہزار جوان بے جملے پہلو پہلو اپنے کو غنیمت کے مقابلہ کو کل آئے، اور کہ سے دس میل کے
 فاصلہ پر مقابلہ دشمن سے ہو گیا، ہر دو فریق بڑے زور شور سے لڑے، مگر فتح کدوالوں کی رہی،
 دشمن کو زندان شکن شکست ہوئی، قلعہ سر ہو گیا، علاوہ لوٹ زرو مال کے بہت سے قیدی
 مسلمانوں کے ہاتھ آئے، جو رسم و رواج ملک و آئین جنگ کے مطابق غلام بنائے گئے، اور
 سپاہ میں تقسیم کیے گئے، میدان جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدرا ایک لاشہ کی طرف ہوا تو
 آپ شہر گئے اور دریافت کیا، کہ یہ کس کا کام ہے، کسی نے پاس سے کہا، کہ حضرت خالد نے
 اسے قتل کیا ہے، آپ نے اُسی وقت خالد کو آدمی بھیجا اور کہلو ایجا، کہ عورت بچے اور مرد کا
 قتل سپاہی کے لیے باعثِ فخر نہیں ہے، جو خود ہتھیار نہ اٹھائے، اس پر ہتھیار اٹھانا وہ نہیں
 ایک اور واقعہ بھی اسی جنگ میں پیش آیا، وہ یہ تھا کہ نبی اللہ نے مال متاع لوٹ کا سب تقویش
 اور دیگر قبائل کو تقسیم کر دیا تھا، انہ انصار کو اس دفعہ اس سے کچھ حصہ نہ پہنچا، اس پر اون کو
 پر رنج پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے اون کو بلایا اور مخاطب ہو کر فرمایا
 کہا، کہ اے انصار تم لوگ گمراہ تھے، تم کو راہِ راست پر لایا گیا، تمہیں ہر وقت ایک دوسرے کی
 مخالفت سے کام تھا، تمہارا اتفاق کرایا گیا، اور تمہیں ایک دوسرے کا بار غموار بنایا، تم ذلیل و
 رسوا رہتے تھے، تم کو عز و سربلندی بنا دیا، اے انصار! مجھ پر بات سنو کہ پہنچا ہوا ہے، کہ میں تو تمہارے
 لیے یہ سب کچھ کر دیا، مگر تم مجھ سے کشید و خاطر اس لیے ہو جاؤ، کہ میں نے دو اونٹن فلاں کو کیوں

دے دیئے ہیں، اور تم کو نہیں دیئے، یا چار بھیڑ کیوں ظلان کے حوالہ کر دی ہیں، اور تمہارے لیے
نہیں رکھی، اسے انصاف! تم اس بات پر خوش نہیں ہوئے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں ساتھ لیکر گھر
جائیں، اور تم رسول اللہ کو ساتھ لیکے گھر جاؤ، ع

کسی کی آنکھ میں جاویری زبان میں؟

یہ سننا تھا کہ انصار اپنے فعل سے شرمسار ہو گئے، اور روپڑے، کہنے لگے یا رسول اللہ صلعم ہم نے
حماقت کی کہ آپ کی تقسیم پر محبت کی، یہ باطل بجا ہے، اور ہمارا تمام شک شکوک ناروا ہے،

قیدیوں جگہ ہذا کی غلامی آپ کی طبیعت پر بڑا قلع پیدا کرتی تھی، مگر کوئی مناسب موقع
ہاتھ نہ آگلتا تھا، ایک دن حسن اتفاق سے ہوازن کے سفیر آگئے اور انھوں نے آکے منت

ساجت کی، کہ آپ سب پر رحم کرتے آئے ہیں، مگر ایک ہم ہیں، اگر بس نفیس سے اب تک
مردم ہیں، ہم پر کرم کرو اور ہمارے قیدی آزاد کرو، رسول اللہ صلعم توبل سے ایسے

فعل مناسب کے منظر تھے، آپ نے فرمایا، کہ تم لوگ ایسا کرو کہ نماز کے وقت مسجد میں آ جاؤ،
جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں، تم مسلمانوں سے کہنا، کہ اے مسلمانو! اللہ کے

پاس ہمارے امیران جنگ کی رہائی کی سفارش کرو اور مجھ سے کہنا، کہ رسول اللہ آپ
مسلمانوں سے ہمارے قیدی آزاد کرنے کے لیے خواہش ظاہر کرو، وہ یہ سنکر چلے گئے، اور

مطابق ہدایت انھوں نے بعد فراغت نماز جا کے عرض معروض کی، رسول اللہ صلعم نے
سنئے ہی سفیران ہوازن سے کہا، کہ میں اپنے اور اپنے خاندان کے غلام بلا بدل نام مولا

آزاد کرتا ہوں، جو چین کہ نبی کی زبان مبارک سے یہ بھلا، فوراً ہی جملہ جماعت کے لوگ

چند ہفتہ
کی آواز

کہنے لگ گئے، کہ ہم نے بھی اپنے اپنے غلامان بلا معاوضہ و تاوان نام نہی رہا کروئے، یہ تو
 امید ہی تھی، مسلم کو محمد کا اشارہ ہی کافی تھا، چہ جائیکہ وہ نمونہ نبی کی نیکی کا اپنے سامنے
 دیکھے اور پھر تقلید اوس کی نہ کرے، اک آن کی آن میں چہ ہزار آدمی یا تو غلام تھا یا امین
 احمدی کے اک کرشمہ سے پایہ انسان ہو گیا اور اس مروت مسلم سے متاثر ہو کر چند ہ بشر
 ان غلاموں کا مسلمان ہو گیا، اس واقعہ کے بعد جلد ہی رسول اللہ صلعم واپس مدینہ
 آ گئے، مدینہ کے لوگوں نے حملہ مکہ کے وقت یہ عرض بھی کی تھی کہ ہم عاجزون کو قبول نہ جائیگا،
 قبیلہ طے کے لوگوں نے اب سر اٹھایا، یہ لوگ غیر مسلم تھے، ہر چند مسلمانوں نے ان کے ساتھ
 سلوک و رسوخ رکھنے کی کوشش کی، مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور شرارت بڑھتی ہی گئی، بلکہ طے
 والوں نے اور قوموں کو بھی مسلمانوں کے خلاف بغڑکانے کا رویہ اختیار کر لیا، جس کسی سے
 ملتے ملتے، اہل اسلام کو اور بالخصوص آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کے متعلق بہت بُرا
 بھلا کہتے، حد پر وہ ساز باز جنگ بھی اب کرنے لگ گئے، اور خفیہ لیاریاں اب شروع
 کر دیں، مسلمانوں کو تہ لگ گیا، ان کا اختتام اب نہایت پسندیدہ تھا، ارد گرد کے
 قومون قبیلوں کی خبر اخبار ان کو بڑے وقت پر مل جاتی تھی، تہ لگنے پر آنحضرت صلعم نے
 حضرت علیؑ کو ان منصوبہ پردازوں کی گوشمالی کے لیے فوراً روانہ کر دیا، سرور اٹے جو مشرہ
 عرب سخی حاتم کا بیٹا تھا، مقابلہ کی تاب نہ لاسکا، اور بھاگ گیا، سپاہ و رعیت قید ہو گئی،
 اور اسیران کی جماعت سرکار میں حاضر کی گئی، اس بد قسمت گروہ میں بیچارہ مصیبت کی
 ماری و زہر حاتم لائی بھی تھی، آپ بھلا ایسے باپ کی بیٹی پر کب کوئی سزاوارہ کہتے تھے،

مقام طائی کی بیٹی کا

قید ہونا اسلامی پانا

دیکھتے ہی زہار مائی کا حکم دیدیا، مگر آفرین ہوا اس کی تربیت پر اور صد آفرین اس کی شرافت پر
 حکم مائی کا سن کے کہنے لگی مجھے اس رہائی میں کیا خوشی ہو سکتی ہے، جب میرے خوش اقارب
 قید ہوں، میں اپنی آنکھوں ان کو بند ہی میں دیکھا کروں، اور آپ خوشی و شادی مناؤں،
 یہ مجھ سے مشکل ہے، آگے بھائی بھگ گیا ہے، اب میں بھی اون سے منہ موڑ جاؤں، یہ مجھ سے ہرگز
 نہ ہوگا، جو بھی تصور ہے، ہم سب کا جو من بعد رضا و رغبت اس جرم کی سزا اپنے بھائی بندوں
 کے ساتھ بھگتوں کی، ان سے طلب کی جائے بڑی سزا ہے، قید رہو گی تو ان کے ساتھ تو رہو گی
 یہ میرے ہیں اور میں ان کی ہوں میں گھر سے ان کے ساتھ ان ہی کی ہو کے چلی ہوں، اور
 ان ہی کی ہوں گی،

بھیمارام دوزخ بھیمارام بہشت

اے محمد اسے عالمِ وقت، مجھے رہائی کی مہربانی سے معافی دے، اور مجھے ان اسیروں کے ساتھ
 رہنے دے، نبی اللہ نے جب یہ گفتگو اس لڑکی سے سنی، تو آپ کا دل بھرا یا، حکم دیا کہ سب کے
 بند کھول دو، اور سب کو آزاد کر دو،

نبی اللہ نے اسلام کا پرچار برابر لگاتار جاری رکھا، قبیلہ قبیلہ میں ایک مسلمان عالم عبدی فری
 اسلام سمجھانے اور راہِ حق بتانے کے لیے تعینات کر دیا، نتیجہ اس کا نہایت خاطر خواہ
 ہوا، منسلک ہو کر تک قریباً قریباً کل عربستان مسلمان ہو گیا، اسلام نے زیادہ تر روک کر ہی میں
 دیکھی یا کچھ رکاوٹ پھر عرب میں بھی، یہاں گھر کا پیر کا دالی بات بھی عائد تھی اور ساتھ ہی
 یہ وقت بھی حال تھی کہ جگہ جگہ میں تھا، وہیں سے جن کو نکالنا تھا اور اپنا پاؤں جانا تھا

اس لئے بتوں کے خلاف معرکہ آرائی مکہ ہی میں ہو سکتی تھی، جب یہ میدان صاف ہو گیا، اور
 بتوں کا قابو لوگوں کے دلوں سے ہٹ گیا، تو پھر اسلام جہان جہان بڑھتا گیا، اپنا جھنڈا
 کھڑا ہی گیا، آئے دن کسی کیسی حاکم یا سردار، امیر یا تاجدار کے مشرف باسلام ہونے کی خبر
 پہنچ ہی جاتی تھی، نبی اللہ کی رحلت سے پہلے عرب کے تمام ارد گرد کے ممالک میں اسلام کا
 بول بالا ہو رہا تھا، اور مسلمانوں کی ہر جگہ دھاک بندھ رہی تھی، کوئی دربار باقی نہ رہا تھا
 جہاں مسلمانوں کی سفارت موجود نہ ہو، نہ کوئی سلطنت ہی ایسی تھی، جہاں مسلم اہلی
 نظر نہ آتا ہو،

جب یہ سب کچھ ہو چکا اور حقیقت میں آنکھ کھاپنی روانگی سامنے نظر آنے لگ گئی،
 تو آپؐ نے درشن کی غرض سے حرم محترم میں الوداعی حج کا ارادہ کیا، اور مع تماطلہ مدینہ
 مکہ کو روانہ ہو پڑے، وہ شخص جس نے تین روز ایک غار میں چھپ کے اپنی جان بچائی تھی
 وہ بشر جس کا مکہ میں داخلہ قطعی بند ہو چکا تھا، وہ انسان جسے قتل کرنے کے لئے سب سوا دلت
 اور ہزار ہزار سکھ چاندی کے انعام رکھے جاتے تھے، وہ بندہ جسے خدا کے بندے مار مار کر
 اوس کا خون بہا دیتے تھے، وہی انسان آج دیکھو تو کس جاہ و جلال و اقبال کے
 درجہ پر ہے، آج اوس کے پیچھے سوا لاکھ عابد میدان عرفات میں سر جھکائے آنکھیں نوا
 ہاتھ باندھے حق کے حضور میں کھڑا ہے، شاہ و گرد ایک طرح کا بلا سلا کپڑا پہنے گویا صرف
 ایک کفن لئے، ایک ہی طرح کی دھن میں، ایک ہی جگہ کھڑے، ایک ہی خیال کے پابند
 ایک ہی خدا کے واحد کے روبرو، ایک ہی حمد میں سر رکھے ہیں، یہ ہے مسئلہ مساوات

مگر یہ کہتے ہیں اسلام کی برکات، تفریق مٹانے کی باتیں ہر کوئی پڑا جائے، مگر یہ کسی کا کام ہے، جو اظہر من الشمس کر کے دکھائے، جس شخص کی محنت کا صلہ اور مشقت کا ثمرہ اس طرح اوس کے زور و ادس کی حیات میں قدرت مہیا کر دے، اوس کے دل کی خوشی کا حال پھر اسی سے بڑھو، جس انسان کے دل کو کامل تقفی ہو جائے اور جس آدمی کے آتما کو پوری تسلی ہو جائے، کہ جس کام کو وہ دنیا میں بھیجا گیا تھا، اوس کو اوفہ سے نہ پورا کر دیکھایا۔ ایسے انسان کے قلب کے اطمینان کا اظہار وہ خود ہی کرے تو کرے اور کون کر سکتا ہے، مگر یہ اطمینان و خوشی نصیب بھی ہو، تو کیسے، صرف ایک کو، صرف رسول اللہ صلعم کو

آیت نازل ہوئی۔

نہل آجینبت

مدھی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَسْمَعْتُ لَکُمْ
اَعْنِیْمْ تَمِمْ لَوْ کُنْ کَلِّ لَکُمْ دِیْنَ اِسْلَامِ
آج کے دن تم لوگوں کے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی
نعت تم پر پوری کی، تمہارے لیے دین اسلام ہے
پسند کیا،

اس وحی سے اشارہ عیان تھا کہ رسول کی رسالت اب ختم ہونے والی ہے، جس غرض کے لئے آنحضرت صلعم بھیجے گئے تھے، وہ پوری ہو چکی ہے، یہ امر قوی دلیل اس بات کی رکھتا تھا کہ آپ کا وقت اب عنقریب ہو اور دنیا پر دن آپ کے ہو چکے ہیں، آپ جبل عرفات پر چڑھے اور مسلمانوں سے مخاطب ہوئے کہ فرمانے لگے کہ اے حاضرین اہل اسلام، شاید میں اگلے سال تم میں نہ ہوں گا، اب جو کچھ کہتا ہوں کان لگا کے سنو، اور دل سے اس پر توجہ کرو، جس طرح یہ معینہ اور خالص کرمہ دن اور اس آبادی میں

اور اس آبادی میں تم لوگوں کے لیے مقدس ہے، اسی طرح ہر مسلمان پر دوسرے کے مال کی عزت و آبرو، اور جان و مال مقدس ہے، مسلمانو! یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا، وہ اوس وقت تمہارے ہر افعال اور ہر حرکات و سکنات کا حساب کتاب لے گا، دیکھو عورتوں کے ساتھ کبھی بد سلوکی نہ کرنا، اون سے ہمیشہ مہربانی کے ساتھ پیش آنا، غلاموں کو وہ آسائش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو، اگر اون سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرنا، یاد رہے کہ کل مسلمان آپس میں بھائی ہیں، دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے۔

اسی روز رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا، کہ جو کچھ میں نے آج تک اپنی زبان سے کہا، افضل کلام یا جو کچھ مجھ سے پہلے نبی خدا کے کہہ گئے ہیں، اون سب میں سے افضل کلام ایک ہی ہے، جس کے برابر نہ کوئی کلام ہو، اور اوستا آئندہ ہو گا، اور وہ یہ ہے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، الملک ولہ الحمد ہو علی کل شیء بقدر، مطلب مدعا اس کا یہ ہے، کہ خدا ایک ہی، اوس کا ثانی کوئی نہیں ہے، ملک عالم اوس کا ہے، سلطنت دنیا اوس کی ہے، تمام طاقت وہی ہے، اور سرور و ارشاد وہی ہے،

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاک و خدائی	زوم من بجز آن رہ کہ تو آن رہ بنائی
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در کار تو جویم	ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوند یمنی تو خداوند یاری	تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و خست نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی	احد بے زن و خستی ملکا کام روائی

نہ بدی خلق تو بودی نہ بد خلق تو باشی
 نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کای نہ فزائی
 تو رحیمی تو کریمی تو سمیعی تو بصیری
 تو مومنی تو مزیٰ ملک العرش بجائی
 ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی
 ہمہ را رزق رسانی کہ تو جودی و عطائی
 بری از خفتن و خوردن بری از تهمت و دن
 بری از بیم و امید بری از رنج و بلائی
 تو عیسی تو عیسی تو بخیری تو بصیری
 تو نمایندہ فضل تو مژدہ و ابر خدائی
 نتوان وصف تو گفتن کہ تو در وصف کنی
 نہ تو ان شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت

اب بنی اشد کی عمر ۷۳ برس کی ہو چکی تھی، اور ہجرت کا گیارہ سال تھا، کہ تنوکی
 فوت آجی، دنیا کے دکھوں سے جان بھی نہ حال ہو چکی تھی، دفعتاً بخانے آگھیرا، بخار بھی
 اس بلا کا کہ اللہ امان ہے، تن سے تپ کی پیش کے ایسے لپکے اُٹھتے تھے، کہ جسم چھوٹا شکل ہو گیا
 بڑھاپے کی دیمک نے قوا دکھائے تھے، جو تھوڑی بہت طاقت باقی تھی وہ بیماری کی نذر ہو چکی
 تھی، مگر ہاں دل ویسے ہی دلیر تھا، باوجود اس نقاہت و ضعف کے آپ نے کوئی نماز قضا
 نہ کی اور پانچون وقت مسجد میں جا کے جماعت کے ساتھ پڑھی، جب تین دن کوچ حق ہو گئے
 تو اعضا بالکل ہی جواب نہ لگ گئے، آپ کو سہما سے مسجد پہنچا بھی اب کٹھن ہو گیا،
 آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امام منتخب کیا، اور خود اون کے چھپے کھڑے ہو کے نماز ادا کی
 جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، کہ اے لوگو! اگر میں تم کسی پر کوئی زیادتی کی مجھ
 تو مجھے معافی دو، مگر مجھ سے آگے گرفت نہ ہو، اور اس کی جناب میں میں سرخرو ہو کے
 جاؤں، اے لوگو! اگر میں کسی کو سخت سست کہا، تو مجھ سے مرگزر کرو، اے لوگو! اگر

اپنے کسی کی پشت پر ناجائز حکم نازیبا نہ لگانے کا دیا ہو، تو اس کے لیے میری پشت موجود ہے۔
 اے لوگو! اگر میں نے کسی کا کوئی قرض نہ ادا کیا ہو، تو اب وقت ہی، وہ مجھ سے لے لے، اے لوگو!
 اگر مجھ سے کسی کو ایذا پہنچی ہو، تو میں اس وقت اس کی معافی کے لیے حاضر ہوں، اے
 لوگو! مجھے معافی دو، تاکہ قیامت کا مواخذہ نہ رہے، ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا، کہ آپ نے
 مجھ سے تین درم ایک دفعہ ایک گدا کو دلوائے تھے، مگر ابھی واپس نہیں کئے، آپ نے
 یہ قرض فی الفور ادا کر دیا، بستر مرگ پر جانکنی کی حالت میں آپ نے کچھ فرمایا، تو لوگوں نے
 بار بار اصرار کیا اور دریافت کرنا چاہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں، آپ نے کہا، مجھ کو میرے
 حال پر چھوڑ دو، کیونکہ جس عالم میں میں ہوں، وہ اس عالم سے بہتر ہے، جس کی
 طرف تم مجھے بلاتے ہو، نزع میں بار بار یہی کلمہ زبان پر لاتے تھے کہ بل الرفیق اعلیٰ
 بل الرفیق اعلیٰ، یعنی اعلیٰ دوست کے پاس، اعلیٰ دوست کے پاس، آرزو آپ کی
 پوری ہو گئی، اور حبیب خدا اپنے اعلیٰ دوست کے پاس ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ ہجری
 مطابق ۱۳ جون ۱۹۱۷ء کے پیر روز دوپہر کے وقت روانہ ہو گئے، طائر روح جسم سے
 پرواز کر گیا، اور چین عالم سے ادس نبیل بے نظیر کا چہرہ اٹھ گیا،

جب امت کو سبیلِ حقیقی کی نعمت ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
 رہی حق پہ باقی نہ بندون کی حجت نبی نے کیا خلق سے قصدِ حلت

تو اسلام کی وارث اب قوم چھوڑی

کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

مرحبا سیدی مدنی العسری	دل و جان با وفایت چہ عجب خوش لقی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم	اللہ اشہد جلال است بدین بوالعجبی
نسبت نیست بذات تو نبی آدم را	بہتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسو
نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم	ز آنکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادب
ذات پاک تو درین ملک عرب کرد ظہور	زان سبب آمدہ قرآن بزبان عربی
چشم رحمت بکشاسوی من انداز نظر	اے قریشی لقی ہاشمی و مطلبی
تخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام	زان شدہ شہرہ آفاق بشیرین طبی
بود فیض تو استادہ بصدعجز و نیاز	رومی و طوسی و وہندی یعنی و حبلی
ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات	لطف فرا کہ زہد میگذرد تشنہ لبی
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت	بہ مقام کہ رسیدی نرسد پیچ نبی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے در مان طلبی



